ISSN 2393-882X
Date of Publishing : 28-7-2026, Date of Posting 1-15-8-2026

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Rs. 7/-

مسلکِ اہلِ حدیث کا داعی اور مرکزی جمعیت اہلِ حدیث ہند کا نقیب

پندرہ روزہ

ترجمان

دہلی

جریدہ

شرعی ارشادات کے سامنے سرِ تسلیم خم کردینا ہر مسلمان کا اولین فرض ہے

’’حدیث‘‘ اہل فن کی اصطلاح میں جناب سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے دینی اقوال وافعال کا نام ہے جو صحیح سند کے ساتھ یعنی اہل فن کی مقررہ شرائط کے مطابق فی الواقع آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوں۔ ظاہر ہے کہ جناب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم شرف رسالت سے سرفراز ہونے کے بعد کافی دنوں تک دنیا میں موجود رہے اس عرصہ میں آپ نے اپنی امت کو امور دین کے متعلق ہر قسم کی تفصیلی ہدایات سے نوازا اور اپنے قول اور فعل سے اسلام کا پورا نقشہ امت کے سامنے پیش کردیا۔ آپ کے ’’اسوۂ حسنہ‘‘ کو آپ کے اولین فدائیوں یعنی صحابہ کرامؓ نے آپ سے سیکھا اور پھر وہ اپنے شاگردوں یعنی تابعینؒ عظام کو نہ صرف سکھا گئے بلکہ بطور امانت محمدیؐ کے ان کے سپرد کر گئے۔ یہی وہ ’’مجموعۂ احادیث صحیحہ یا اسوۂ پیغمبری ہے جس کی اتباع واطاعت کے لئے قرآن پاک ہر مسلمان کو بار بار حکم دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا (الحشر: ۷) یعنی رسولؐ نے جو کچھ (دینی شرعی) حیثیت سے تم کو دیا ہے اس کو بلا چون وچرا قبول کرلو اور اسی حیثیت سے جن جن چیزوں سے رسولؐ نے تم کو منع کیا ہے ان سے رک جاؤ۔ اور ارشاد ہے: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا (الاحزاب: ۳۶) کسی مومن مرد وعورت کے لئے لائق نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا کسی امر کے بارے میں فیصلہ سن کر کچھ چون وچرا کرسکے جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلے سے بغاوت کی وہ یقیناً خطرناک گمراہی کے غار میں گر گیا۔ اس قسم کے بہت سے خدائی ارشادات قرآن پاک کے اندر موجود ہیں جن سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دینی شرعی ارشادات کے سامنے سرِ تسلیم خم کردینا ہر مومن مسلمان کا اولین فرض ہے۔ ’’الاسلام‘‘ گردن نہادن بطاعت خدا ورسولؐ، اسلام کا مفہوم ہی یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسولؐ کے ارشاد کے سامنے گردن جھکا دی جائے۔

(خالص اسلام: تصنیف، مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ ص ۲۴۔۲۵)

درس حدیث

نرمی کی فضیلت واہمیت

محمد اظہر مدنی

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من یحرم الرفق یحرم الخیر (صحیح مسلم) یعنی جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ خیر سے محروم کر دیا گیا۔

اسلام دینِ رحمت ہے۔ اس نے انسان کو زندگی کے ہر شعبے میں ایسے اصول وآداب عطا کیے ہیں جن پر عمل کر کے معاشرے میں محبت، امن، بھائی چارہ اور باہمی احترام پیدا کیا جا سکتا ہے۔ انہی عظیم اسلامی صفات میں سے ایک صفت نرمی بھی ہے۔ نرمی انسان کے اخلاق کو سنوارتی، دلوں کو جوڑتی اور نفرتوں کو محبت میں تبدیل کرتی ہے۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ میں نرمی کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے اور سخت مزاجی، بدکلامی اور ترش رویے سے اجتناب کی تعلیم دی گئی ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین اخلاق وکردار اور نرم دلی کی ستائش کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی اور رحمت ہی تھی کہ لوگ آپ کے قریب آتے اور آپ کی دعوت کو قبول کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران:159) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر رحم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔

اس آیت میں نرمی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نرم مزاج ہونے کو اپنی رحمت کا نتیجہ قرار دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سختی اور درشتی لوگوں کو حق سے دور کر سکتی ہے، جبکہ نرمی دلوں کو قریب لاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون جیسے سرکش شخص کے پاس بھیجتے ہوئے فرمایا: فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ (طٰہٰ: 44) ترجمہ: ''اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔

سرکش فرعون جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور لوگوں پر ظلم وجبر کیا، اس کے سامنے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو نرم گفتگو کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت، اصلاح اور نصیحت کے میدان میں نرمی کس قدر اہم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نرمی کو پسند فرمایا اور اس کی ترغیب دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الرفق لا یکون فی شئی الا زانه، ولا ینزع من شئی الا شانه (صحیح مسلم) یعنی نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اسے خوبصورت بنا دیتی ہے، اور جس چیز سے نرمی نکال دی جاتی ہے اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔

انسان کا گھر ہو، کاروبار ہو، تعلیم ہو، دعوت وتبلیغ ہو یا معاشرتی معاملات، اگر ان سب میں نرمی شامل ہو تو معاملات بہتر ہو جاتے ہیں۔

نرمی محض ایک اخلاقی خوبی نہیں بلکہ خیر اور بھلائی کا ذریعہ بھی ہے۔ جو شخص ہر معاملے میں سختی، غصے اور بدکلامی کا راستہ اختیار کرتا ہے، وہ خود بھی بہت سی بھلائیوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی نرمی، رحمت اور شفقت کا بہترین نمونہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے محبت کرتے، بڑوں کا احترام فرماتے، کمزوروں کا خیال رکھتے اور لوگوں کی غلطیوں کو حتی الامکان معاف فرما دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے روکنے کے لیے اٹھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرمایا اور نرمی سے معاملہ حل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو سمجھایا کہ لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرو اور دشواری پیدا نہ کرو۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلاح کے لیے محض سختی کافی نہیں بلکہ حکمت اور نرمی زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت لہجے میں اپنے حق کا مطالبہ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا انداز پسند نہ آیا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے برا بھلا کہنے کے بجائے نرمی سے معاملہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حسنِ اخلاق لوگوں کے دلوں کو جیت لیتا تھا۔

☆☆☆

مدیر مسؤل
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
مولانا محمد خورشید عالم
مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
دورِ فتن میں حفاظتِ ایمان کے بنیادی اصول	۱۰
اسلام میں ماحولیات کو نقصان پہنچانے کی ممانعت...	۱۳
سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمترین لوگوں پر شفقت	۱۵
نماز میں بچوں کی صف بندی- تحقیقی جائزہ	۱۶
جماعتی خبریں	۲۳
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۵
اپیل	۳۱
بائیسواں کل ہند مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ ______ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ______ ۷/روپے
پاکستان ______ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

جشنِ آزادی منائیے اور اس کی قدر کیجئے

اللہ جل شانہ نے ہر انسان کو آزاد پیدا فرمایا ہے۔ آزادی اس کا اپنا حق ہے۔ پیدائشی طور پر کوئی بھی شخص کسی کا غلام نہیں ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو سب سے زیادہ سخت گیر، قوی و متین اور دین کے معاملے میں انتہائی درجے کے شدید تھے وہ بھی دوسروں کو اپنے زیرنگیں کر کے ان پر سختی کرنے اور ان کو غلام بنا لینے کے لیے نہیں بلکہ دوسروں کو غلامی سے نکالنے کے لیے سخت واقع ہوئے تھے۔ کوئی کسی کو غلام بنالے، یہ انہیں ادنیٰ گوارہ نہ تھا۔ اس معاملے میں وہ سخت اس لیے تھے کہ کوئی اپنی دولت سلطنت، قوت وسطوت، جاہ ومنصب، سخت گیری اور جہانگیری کے زعم اور نشے میں کسی کو بیجا غلام نہ بنالے۔ ان کی زندگی کے بہت سے واقعات اور روزمرہ کے حالات بتاتے ہیں کہ وہ کسی بھی حالت میں کسی کی بھی ذہنی، فکری، جسمانی اور روحانی غلامی کو نہ صرف ناپسند فرماتے تھے بلکہ اس سے نجات دلا کر ہی دم لیتے تھے۔ ان کے پیش رو خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جس طرح اپنی نرم خوئی اور رحم دلی کی وجہ سے کسی کی ادنیٰ تحقیر اور غلامی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دین وایمان میں انتہائی سخت ہونے کی وجہ سے ادنیٰ ظلم وتعدی اور غلامی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ عام انسانوں کے علاوہ غلاموں کے ساتھ بھی آپ کا یہی تعامل تھا۔ حضرت بلال کو سیدنا بلال کہتے، اسلم غلام کے ساتھ آقاؤں اور ہم پلہ دوستوں اور ساتھیوں کا برتاؤ وسلوک کرتے۔ ایک قصہ ضعف کے باوجود بھی مشہور ہے کہ انہی کے عہد میں مصر کے گورنر کے صاحبزادے نے کسی قبطی عیسائی لڑکے پر ادنیٰ زیادتی کی اور اسے حقیر سمجھا تو آپ نے اسے غلام بنالینے کا نام دیا۔ گویا کسی کو بھی کمتر سمجھ کر اس کے ساتھ ادنیٰ تحقیر آمیز سلوک کرنا، اس پر ظلم کرنا اور اپنے آپ کو سپر، بلند اور بڑا سمجھنا ہی لوگوں کو غلام بنانا ہے۔ چنانچہ آپ نے فوراً گورنر مصر کو طلب فرمایا۔ قبطی کرسچین کے لڑکے کو حکم دیا کہ وہ برسر عام مصر کے گورنمنٹ کے سب سے بڑے عہدیدار اور منصب دار مسلم قائد اور حاکم کے صاحبزادے کو ایک عام مجرم کی حیثیت سے دربار خلیفہ میں ٹھیک ویسے ہی تھپڑ رسید کرے جیسے اس نے اس غیر مسلم عیسائی لڑکے کے ساتھ کیا تھا

اور جوش اور غیظ وغضب میں آ کر اسے حقیر سمجھا تھا۔ اور اس وقت انہوں نے اپنا مشہور تاریخی جملہ ارشاد فرمایا۔ ''متی استعبدتم الناس وقد ولدتهم امهاتهم احرارا؟'' ۔ ''تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنالیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد پیدا کیا تھا''۔ جسے رہتی دنیا تک آزاد قوموں کے لیے یاد رکھا جائے گا، غلامی کی زنجیر، طوق سلاسل اور اغلال اقوام سے نجات دلانے کے فارمولے کو ہمیشہ دہرایا جاتا رہے گا اور آزادی کی حقیقت کو اجاگر کیا جاتا رہے گا۔ خواہ عرف عام میں آزاد قوموں کی غلامی کا مسئلہ ہو یا آزادی کے بیجا استعمال کا، قوی وکمزور کے درمیان غلامی اور آقائیت کا مسئلہ ہو یا ذات پات، جغرافیہ اور رنگ ونسل کی بنیاد پر ایک دوسرے کے ساتھ غلاموں جیسا برتاؤ کا معاملہ، سب غلامی کی بدترین قسمیں ہیں، جو آزاد معاشرے میں، آزادی کی فضا میں اور نعرہ آزادی کے ساتھ برتی جاتی ہوں۔ قوموں کی زندگی میں آزادی کیا ہے؟ آزاد کون ہے اور غلام کون ہے؟ ہر دور میں آزاد قومیں غلاموں کی طرح جینے پر کیوں کر مجبور ہوتی ہیں۔ آزادی کی حقیقتوں کو سمجھے بغیر اقتدار کی منتقلی کو جن قوموں نے آزادی سمجھ لیا وہ دراصل غلامی کے نئے جال میں پھنس گئیں یا محض کسی قوم کی سر براہی اور تسلط سے نجات کو اپنی آزادی تصور کر لیا۔ ایک غلامی سے نکل کر دوسری بسا اوقات بدترین غلامی میں جکڑنے کا نام آزادی نہیں ہے۔ اگر استعماری قوتیں کل کسی ملک وقوم پر جبرا مسلط تھیں اور انہوں نے وہاں کے خیرات و برکات کو لوٹا تھا اور وہاں کے باشندوں کو حقیر جانا تھا، ان کو ستایا تھا، مارا اور بھگایا تھا، بیگاری اور مزدوری میں پھنسایا تھا، ذلت وخواری سے دوچار کیا تھا، ان کے املاک واراضی پر قبضہ جمایا تھا اور سلب ونہب اور لوٹ مار مچانے کے ساتھ ان کو خانماں برباد اور ان کی آبادیوں کو ویران وسنسان کر دیا تھا۔ اب آزادی کے بعد بھی بعض بعض کے خلاف ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں تو پھر آزادی ہی نہیں یہ ظلم وزیادتی ہے اور آزادی کا مذاق ہوا، بلکہ اس پر مستزاد اپنوں کے ساتھ جور وستم ہے اور یہ معلوم ہے کہ اپنوں کی مار ضرب کاری اور زیادہ گہری ہوتی ہے۔

وظلم ذوی القربیٰ اشد مضاضة
علی المرء من وقع الحسام المهند

''اپنوں کا ظلم اور ان کی مار انسان کے لیے نا قابل برداشت، کاری اور بیحد تکلیف دہ ہوتی ہے۔ شمشیر براں اور صیقل کی ہوئی تیز دھار ہندی تلوار کی مار سے بھی زیادہ اس کے زخم زیادہ گہرے اور سخت ہوتے ہیں''۔

دشمن کی مار مار ہے، پر اس قدر نہیں
جتنا کہ دل فگار ہے اپنوں کی مار سے
(اصغر)

مگر آزاد قومیں اور مہذب لوگ ہی آزادی کی نعمتوں سے بہرور ہوتے ہیں جبکہ بہت سے لوگ آزادی کے حصول کے بعد بھی غلامی کی بدترین زندگی گزارتے رہتے ہیں۔ دراصل ذہنی، فکری اور روحانی غلامی ہی دراصل حقیقی غلامی ہے اور اس میں بھی سب سے بری غلامی اپنے نفس کی غلامی ہے۔ خواہ وہ انسان اپنے نفس کا غلام بن کر رزالت، ردائت، دنائت اور ضلالت وذلت کے عمیق گڑھے میں خود چلا جائے، ہوائے نفس کا شکار ہو کر خواہشات نفسانی کی غلامی کرے، اپنے مفاد، ذاتی غرض، نفس کی تسکین، لہو ولعب، ہوی پرستی، ہوس کی حکمرانی اور ہلاکت و بربادی کی قہر سامانی، جوا، شراب و شباب، حرص وآز، رقص وسرود، موسیقی کی سوز وساز اور دنیا میں ساز باز کر کے اپنے آپ کو برباد کرے، اس نفس کی غلامی کی وجہ سے دنیا کو دھوکہ دے، لوگوں پر ظلم کرے اور ان کو حقیر سمجھے۔ یہ سب انسان کی ہلاکت کے ایسے سامان ہیں کہ اگر انسان خود اس دلدل سے نکلنے کی کوشش نہ کرے تو وہ ''خود تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے'' کے مصداق ہو جاتا ہے۔

ہم بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ دیش بڑی قربانیوں کے بعد آزاد ہوا۔ کبھی یہ بھی سوچا کہ آخر یہ غلام ہی کیوں کر بنا؟ کیا یہاں دولت کی کمی تھی؟ ساز وسامان کی فراوانی نہ تھی؟ جنود وعساکر اور افواج ورجال کی قلت وقحط تھی؟ ماؤں نے باغیرو حمیت بچوں کو جنم دینا بند کر دیا تھا یا انہوں نے اپنے بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلایا تھا اور اپنی آغوش محبت میں پالنا چھوڑ کر پارکوں میں زندگی گزارنا شروع کر دیا تھا؟ اور پلیدوں کی سنگھت اختیار کر لی تھی اور ان کو دایوں اور خادماؤں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا تھا؟ اتالیق اور حاذق و ماہر اور محنتی ومخلص، شفیق ورحیم اساتذہ کی تربیت سے محروم کر دیا تھا اور ان کی تعلیمی وتربیتی دانش گاہیں اور تربیت کدے ناپید ہو گئے تھے؟ قوموں کی حقیقی قوت ایمانداری وسچائی ختم ہو گئیں تھیں؟ روحانی مجالس جن میں نونہالان پروان چڑھتے ہیں وہ نیست و نابود ہو گئیں تھیں؟ وہ جو ہر ناپید وعنقاء ہونے لگا تھا جو قوموں کے وجود وبقا کی بنیاد ہوتی ہیں اور جس کے بغیر قومیں باقی اور زندہ وجاوید نہیں رہ سکتیں؟ اور ذلت وخواری سے ہی دوچار نہیں ہوتیں بلکہ ان کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا ہے اور وہ

ہے قوموں کا اخلاق اور ان کا اعلیٰ کردار کیا اس کا جنازہ نکل گیا تھا۔قومیں اسی اخلاق سے باقی رہتی ہیں اوراسی سے سربلند ہوتی ہیں۔

انمــــا الامـــم الاخـــلاق مـــا بـقيـــت

ان هـــى ذهبـــت اخـــلاقهــم ذهبـــوا

''قومیں اخلاق کی مرہون منت ہوتی ہیں۔اگر وہ کردار سے عاری ہوئیں تو پھر وہ مرمٹ جاتی ہیں''۔

سچ ہے،اخلاق ومروت،محبت والفت،قدردانی وانسان نوازی،شرافت اوراحترام انسانیت کے جانے کے ساتھ ہی قومیں ختم ہوجاتی ہیں۔اوراس میں ہرطرح کی برائی درکرآتی ہے۔اور پھر

نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

عدل وانصاف اوراخلاق ومروت سب کے ساتھ برتنا تعمیر وترقی اورقوت ورفعت کےحصول کے لیے ہرشخص جماعت وملت اورملک ومعاشرہ کا فریضہ ہے ،ورنہ ظلم وستم کا دور دورہ ہوجاتا ہے۔نفرت کی گرم بازاری ہوتی ہے۔''گھر پھوٹے گنوار واغیارلوٹے'' کی مصداق یا تو قومیں مٹادی جاتی ہیں یا ذلت و نکبت اورانحطاط وتنزل کا شکار ہوکر غلام بنالی جاتی ہیں۔یا پھر اسے تبدیل کر کے دوسری قوم لاکھڑی کی جاتی ہے جو پہلی کی طرح بے راہ رونہیں ہوتی ہے۔ بلکہ آزادی کی نعمتوں کی قدر کرتی ہے۔ملک وملت کے اورانسانیت کے تئیں ذمہ دار ہوتی ہیں اوراپنوں پرایوں کے حقوق کی ادائیگی ان کا فرض ہوتا ہے۔ ''وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم'' (محمد:۳۸)''اور اگر تم روگردان ہو جاؤ تو وہ تمہارے بدلے تمہارے سوا اور لوگوں کولائے گا جو پھرتم جیسے نہ ہوں گے''۔

اس لیے دیگر نعمتوں کے ساتھ آزادی کی قدر کرنا ہرشہری کا فرض ہے۔ ورنہ بہانے تلاش کرنے،عذرلنگ پیش کرتے رہنے،اپنے اپنے حقوق کے مطالبےاورشکوہ شکایت کرنے اوراس کی بنیاد پرملک کی تعمیر وترقی کے لیے قربانی دینے کے بجائے مشکلات کھڑی کرنے سے آزادی کی نعمتوں سے بہرورنہیں ہوسکتے۔خصوصا جب کہ آزادی بڑی جدوجہد کے بعد حاصل کی گئی ہو۔اس کے لیے بےمثال جانی ومالی قربانیاں دی گئی ہوں اورایک لمبے مجاہدے،جانفشانی اورصبر آزما حالات سے گذرکراورآگ کا دریا پار کر کے آزادی کا حصول عمل میں آیا ہوتو اس کی قدردانی اوراس کے لیے ہرطرح کی قربانی ہرشہری کا فرض بنتا ہے۔اور ہرسطح پر بنتا ہے۔ہرحال میں بنتا ہے۔جتنی اورجس متنوع اورکٹھن حالات سے گذرکر جان دے کر،مال قربان کر کے اولاد نچھاور کر کے،جگر گوشوں کواس آزادی کے لیے ملک وقوم کے لیے نثار کر کے،اپنا سب کچھ داؤں پرلگا کر اوراپنی جان کھپا کر ہمارے اسلاف نے آزادی حاصل کی،ہمیں بھی انہی پاکیزہ جذبات سے سرشار ہوکر،حرکت وعمل کے زیور سے آراستہ ہوکر،اتحاد ویگانگت کی جوت جگا کر،''ہندومسلم سکھ عیسائی آپس میں سب بھائی بھائی'' کا نعرۂ مستانہ لگا کر،آئین اورامن وقانون کی پاسداری کرتے ہوئے اس نعمت آزادی کی قدردانی وحفاظت کرنی ہے۔اوریہی وقت کا تقاضہ اورملک وملت کے مفاد میں ہے۔

ہم نے جشن آزادی منانے کی سنت جاری رکھی،بساغنیمت ہے۔کیوں کہ قومیں اپنی تاریخ کوفراموش کر کے دیر تک نہیں رہ سکتیں۔مگر سرسری طور پر بطور تاریخی واقعات و حکایات کے تذکار اوراسی میں اسلاف اور پرکھوں کے امتیازات خصوصا آزادی وطن کے لیےان کے جذبات اورقربانیوں کے ذکر پر بس کر کے اسے قصۂ پارینہ سمجھ لینا اوراسی کوکافی سمجھ کرفخر ومباہات تک محدود کرلینااس عظیم آزادی کی حقوق تلفی ہے کہ'پدرم سلطان بود' اوربس۔یہ آزادی کی یادنہیں بلکہ ایک رسمی مشغلہ،ذہنی تسکین کا سامان اورروایتی اور بے روح عمل ہے۔اگراس کے پیچھے وہی جذبۂ صادق کارفرمانہ ہوجو ہمارے اسلاف مجاہدین آزادی کا تھا،اسی روح کی کارفرمائی بچے بچے کے رگ وریشے میں نہ رچ بس جائے اوروطن کے لیے وہی ولولہ تازہ ہرکردار وعمل اورجدوجہد،حرکت وجنبش کا حصہ نہ بنایا جائے،کیونکر آزادی وطن کا ترانہ گانا راس آسکتا ہے؟ یہ کہنا کہ ہمارے مجاہدین آزادی نے مال کووطن کی آزادی اوراس کے حصول کے لیے بےدریغ لٹادیا۔دولت کو پانی کی طرح بہادیا۔لعل وگہراورسیم وزرکووطن کی محبت میں صرف کردیئے۔گھربار چھوڑنے کی نوبت آئی تو ادنیٰ تردد وتذبذب نہ ہوا۔ رات دن ایک کردیئے۔آل واولاد اورخویش واقارب سب وطن اوراہل وطن کے لیے نچھاور کردیئے۔دار ورسن اور قید و بند کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرلیں۔غلامی کی زنجیروں اورطوق سلاسل اور بیڑیوں کوتوڑنے اور وطن کواستعمار کے پنجۂ استبداد سے چھڑانے کے لیےان کے جبر وتسلط اورظلم و جور کی آہنی زنجیروں کودوقدم آگے بڑھ کر چوم لیا۔اورفولادی دیواروں اور پھانسی کے پھندوں کو گلے لگالیا۔میدان کارزار میں کودنے کی نوبت آگئی تو شیر ببر کی

طرح دھاڑتے ہوئے شکار پرٹوٹ پڑے اورجسم وجان کی پرواہ نہ کی اور جاں جاں آفریں کے سپرد کردی اوراف تک نہ کہا۔انگریز جواپنی ستم رانیوں اور بے انتہا مظالم ڈھانے میں اپنی مثال آپ تھا،اس کے سامنے ہمیشہ سینہ سپر رہے اور کبھی بھی سپرانداز نہ ہوئے۔

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے

کبھی زر کی، کبھی زمین کی، کبھی زن کی، کبھی من کی اور کبھی دھن کی محبت آزادی کی راہ میں پاؤں کی زنجیرنہیں بنی۔اولاد اور کنبہ وقبیلہ اور زرو جواہر کی زینت اور جاہ ومنصب اور عہدہ و وظائف کی چمک دمک ان کی کشش اور جاذبیت ومودت کوبھی خاطر میں نہیں لائے۔اپنوں کی بے رخی وبے وفائی ان کو بھلے ہی نہ بھائی مگراس کی بنیاد پر بدظن ہوکرلعن طعن کر کے تھک ہار اور روٹھ کر بیٹھ نہیں گئے، بلکہ ان کے حصے کی قربانی بھی دینے سے لے کر اور بڑی بے جگری سے ضرب کاری لگاتے رہے۔غداروں اور بے وفاؤں اوران کی ریشہ دوانیوں، نادانیوں اور عاقبت نااندیشوں کی کبھی پرواہ نہ کی، کہ یہ مارآستین، گھر کے بھیدی، نادان دوست، اخوان یوسف، میرجعفر ومیر صادق ”راون اور ماما ماہل ومن علی شاکلتھم“ کی بڑی سے بڑی غداریاں اوردغابازیاں،ان کے پائے استقلال اور راہ آزادی میں تزلزل پیدا کرنے اور سنگ راہ بننے کے بجائے اور زیادہ جوش اور ہوش سے میدان میں ڈٹے رہنے کا سامان کرتے رہے۔بہت سے راجے مہاراجے اپنے گاجے باجے کے ساتھ دشمن کے دست و بازو بنے، بہت سے نواب اورخان زادے خوان نعمت چنتے رہے مگر یہ غازی وپر اسرار بندے ذوق خدائی سے سرشار مردانہ وار وقت کے سب سے بڑے طاغوت اور ظالم سے ٹکراتے رہے اوران کی ٹھوکروں سے صحرا ودریا دونیم اور پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی ہوتے رہے۔خصوصا وہ مجاہدین آزادی جنھوں نے ایمان وعقیدہ اور کتاب وسنت کولازم پکڑا تھااوراپنے رب سے عہد باندھ رکھا تھا وہی آزادی کے حدیٰ خواں وہراول دستہ اوراس کے اولین مجاہدین ہند تھے اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کے خوگراوراعتقاد واعمال اوراخلاق وکردار اورایمانیات ومعاملات اورسارے تصرفات میں ان کے اسوہ ومنہج کے پابندعہد تھے جن کو اہل حدیث کہا جاتا ہے۔صحابہ کرامؓ کے بعد عبرالقرون انہی کے بارے میں ہے:”مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا“ (الاحزاب:۲۳)”مومنوں میں (ایسے) لوگ بھی ہیں جنھوں نے جوعہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا انہیں سچا کر دکھایا،بعض نے تو اپنا عہد پورا کردیا اوربعض (موقعہ) کے منتظر ہیں اورانہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی“۔

جن کانعرہ وشعارتھا:

ما اہل حدیثیم دغا را نشناسیم
صد شکر کہ در مذہب ما حیلہ و فن نیست

جس کے سرخیل حکومت وقت کومتنبہ اور چوکنا کرنے، ایسٹ انڈیا کمپنی کو زمین دے کراس کے شکار بننے سے منع کرنے اوروقت کے حکمرانوں کوہوشیار و خبردار کرنے کے ساتھ عوام کوبھی کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے، حاکم و رعایا کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانے اورآنے والے خطرات سے ان کو آگاہ کرنے والے، حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہوں، یاان کے علوم کے حقیقی وارث اور استعمار کے خلاف اولیں فتویٰ جہاد صادر کرنے والے مجاہد ملک وملت اور جانشین ولی اللہ شاہ عبدالعزیز ہوں، یااس عظیم خانوادے کے دادا جان شاہ ولی اللہ یا چچاؤں شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین خصوصا شاہ عبدالعزیزؒ کے حقیقی وارث اور عملی واعتقادی اور اصلی شارح ومفسر اور کھلم کھلا اور برملا اس دعوت کے اعلان کرنے والے اورمنبر ومحراب، مسند ومیدان اور دیوان وایوان میں صدائے حق اور کتاب وسنت اور جہاد آزادی فکر ورائے اور کھلے میدان میں معرکہ آرا ہونے والے اوراپنے والدگرامی شاہ عبدالغنی رحمہم اللہ جمیعا کے مشن کو پورا کرنے والے مولانا شاہ اسماعیل شہید ہوں یاان کے ہمدوش وہمراہ وخیرخواہ اور سردار امیر المجاہدین اور شریک میدان شہادت سید احمد شہید ہوں۔علامہ عبدالحئی بڈھانوی جیسے بہی خواہ پشت پناہ سلفیان تحریک شہیدین ہوں، یا شاہ اسحاق وارث وجانشین شاہ عبدالعزیز، جن کے حقیقی اور سچے اور مستحق خلافت و جانشین ہردومیدان علم وعمل شیخ الکل فی الکل سید نذیرحسین محدث دہلوی، جامع العلوم وقلم وقرطاس اور صاحب سیف وسنان اسیر راولپنڈی اور قیدی زندان انگلستان بڑے میاں صاحب ہوں۔جنھوں نے حقیقت میں علم وعمل کے ذریعہ جہاں مسلمانوں کوجہل وخرافات، تقلید آباواجداد اورروایات وبدعات سے آزاد کرایا اور ہندوستانیوں کوغلامی وذلت خواری سے نجات دلانے میں بھی ایک طرف شاہ عبدالعزیز کے فتویٰ کوعملی جامہ پہنانے کا فریضہ انجام دیا تو دوسری

طرف ان کے بچھائے ہوئے مسند ولی اللہ کا حق ادا کردیا۔اور علم وعمل کا وہ کھرا پیار اور جیتی جاگتی آزادی وطن اور آزادی فکرورائے،علم وآگہی کی تصویر پیش کی جس سے ہر محبّ وطن کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی۔ رہروان کتاب وسنت اور دین وایمان کی روح کی بالیدگی کا سامان ہوگیا۔توحید،اتباع سنت،تزکیۂ نفس وجہاد فی سبیل اللہ کا احوال نبوی امت کوازبر ہوگیا اور یہی دنیا وآخرت میں کامیابی کا واحد ذریعہ ہے۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ یہی راہ نجات ہے۔ یہی العروۃ الوثقی ہے،یہی حبل اللہ المتین ہے۔یہی راہ رشدوہدایت ودین قیم ہے۔اسی پر گامزن لوگ بلا تاویل ، بلا تعطیل ، بلاتحریف ، بلاتشبیہ اہل حدیث ، اہل الاثر ،مومنین صادقین، رجال صدقوا ماعاھدوا اللہ علیہ،فرقہ ناجیہ،طائفہ منصورہ ہیں۔جو ہر دور میں قائم ودائم رہیں گے۔اور بفحوائے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ’’ لا تزال طائفة من امتی ظاهرين علی الحق لا يضرهم من خذلهم ‘‘(متفق علیہ)’’میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب اور قائم رہے گی۔ جو لوگ انہیں بے یارومددگار چھوڑ دیں یا ان کی مخالفت کریں،وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاسکیں گے‘‘۔

اور’’يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله، ينفون عنه تحريف الغالين ، وانتحال المبطلين، و تاويل الجاهلين ‘‘’’اس علم (دین) کو ہر آنے والی نسل میں اس کے عادل اور ثقہ لوگ اٹھائیں گے اور محفوظ رکھیں گے۔ وہ اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کی گھڑی ہوئی باتوں،اور جاہلوں کی غلط تاویلوں کو دور کرتے رہیں گے‘‘۔

کے مصداق آپ کے شاگردان اور شاگردوں کے شاگرد ہر دور میں اپنا فرض اور امت کا قرض اتارتے رہیں گے۔’’وما بدلوا تبديلا ‘‘وقت کا طوفان اور زمانے کی ادائیں اور بلائیں ان کو کسی طرح کی مصلحت و مداہنت کا شکار نہیں کرسکیں گی۔ چاہے دنیا ان سے خفا ہوجائے ، جفائیں لائے اور ان کو انہی کے گھر میں اجنبی گردانے۔ ’’فطوبیٰ للغربا‘‘۔

آزادی کے ایام بہاراں خصوصا پندرہ اگست ۲۰۲۶ء یعنی ۸۰؍واں یوم آزادی کی آمدآمد ہے۔اور ہر طرف جشن وطرب تمام اہل وطن کے یہاں بھی شروع ہے۔مگر جو بات جانشین ووارثین مجاہدین آزادی ہند کے یہاں ہے وہ کم ہی دوسری جگہ ملتی ہے۔ یہاں جہاں یہ گایا جاتا ہے کہ’’ ذرا یاد کرو قربانی ، وہیں یہ عزم بھی دہرایا اور شعر بھی گنگنایا جاتا ہے۔اور بچوں اور نونہالوں کو سکھایا جاتا ہے

تم راہ وفا کے راہی ہو
جان و مال کی دے دو قربانی

تمہارے آباءواجداداور اسلاف نے تمام دیش واسیوں کو لے کر دیش کی آزادی کے لیے سب کچھ قربان کردیا تھا۔خواہ شاہ اسماعیل شہید دہلوی ہوں،یا سید احمد شہید بریلویؒ اور اس دور کے وہ تمام مجاہدین جن کے آثار ونقوش بہتیرے ہیں۔

ایک طرف سالار قافلہ سید احمد شہید راجہ رنجیت سنگھ اور دیگر نوابوں اور راجاؤں کو اپنے مشن آزادی کے تحت سات سمندر پار سے آئی ایسٹ انڈیا کمپنی کے بھارت پر قابض ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان’’ تاجران متاع فروش اور بیگانگان بعید الوطن‘‘ اور تجارت کے نام پر دور دراز سے آئے غیر ملکی اجنبی لوگوں کے خلاف جو ہمارے ملک پر قبضہ اور ظلم کررہے ہیں،تمام دیش باسی کو اٹھ کھڑا ہونا چاہیے تو دوسری طرف عوام وخواص کو بیدار کرنے کے لیے ملک گیر تحریک چلاتے ہیں۔ اس طرح اگر دہلی سے چل کر مشرق میں بنگالہ کی سرزمین اور آخری سرحدوں تک قافلے اور خلفاء پہنچتے ہیں۔تو دوسری طرف مغربی سرحد افغانستان اور ایران تک آپ کے قدوم لزوم میمنت اور آپ کے مریدین، متبعین اور خلفاء ہر جگہ پہنچ کر ان کو ہر طرح کی غلامی سے نجات دلانے کی تدبیر کرتے ہیں۔اس حوالے سے شمال وجنوب کے تمام علاقوں میں آزادی فکرورائے کی شمع جلانے اور تقلیدی وفقہی جمود اور جہالت سے دیش واسیوں کو آزاد کرانے اور غلامی سے نکالنے کے لیے سب سے بڑی قربانی دینے والے علماء صادق پور، پٹنہ کے جیالوں خصوصا صادقان صادق پور اور ان کے سرخیل قافلہ سالار ملک وملت اور فخر ہندستان مولانا عنایت علی،مولانا ولایت علی اور اس پورے خانوادے اور ان کی قربانیوں کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ پنڈت جواہر لعل نہرو بھارت کے پہلے وزیر اعظم نے مولانا عبدالخبیر صادقپوری سے کہا تھا جو سرحد پر آخری قائد مسلم تھے اور جنہون نے دیس کی آزادی سے پہلے جہاد آزادی کو بند نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا، کہ پورے ہندوستان کے تمام ہندوستانیوں کی قربانیوں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھیں اور آپ کے صادق پور کے لوگوں کی قربانیوں کو ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھیں گے تو صادق پور کا پلڑا بھاری پڑے گا۔

علماء صادق پور نے خصوصا اور علماء اہل حدیث عموما، پھر بعد کے تمام ہندو

مسلمان نے سب سے پہلے کالا پانی کے بے پناہ مظالم کے لیے معروف جیل سیلولر کی مشقتیں برداشت کی تھی اور بجا طور پر ان کے خلاف یہ کہنے پر مجبور ہوئے تھے۔

ہم نے اس وقت سیاست میں قدم رکھا تھا
جب سیاست کا صلہ آہنی زنجیریں تھیں

اور جس کے تمام ہی جیالے چندے آفتاب، چندے ماہتاب اور اپنے میدان کے فرد فرید و بے نظیر تھے۔ مشتے نمونہ از خروارے مولانا یحییٰ علی صادق پوری کو جب کالا پانی انڈیا میں پھانسی کا حکم سنانے کے لیے انگریز جج نے عدالت میں بلایا تو وہ جو جسمانی اعتبار سے نحیف و نزار مگر قائد ملت جسمانی طور پر شیر ببر اور اس شعر کا مصداق تھے

تری الرجل النحیف فتزدریه
وفی اثوابه اسد زریر

ان دنوں وہ شہزادگی اور شاہی زندگی گذارنے والا بھاری چکی پیسنے اور نان شبینہ کے نام چند بالو اور جراثیم سے بھرے زہرناک نوالہ اور خشک روٹی کھانے کی وجہ سے خونی بول و براز کرتا تھا۔ جب جج کے سامنے پھانسی کی سزا سننے حاضر ہوا تو اس دن اس کا سوکھا ہوا چہرہ چمک رہا تھا جیسے شیر کچھار سے اور سپہ سالار میدان کارزار میں نکل رہا ہو۔ مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا اور بطل جلیل قائد جیش کی طرح بھاری بھرکم پر وقار اور تمکنت کے ساتھ حاضر ہوا تو جج نے اس صحت وقوت کے ساتھ ظہور کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ پھانسی کے پھندوں کو چومنے اور تختہ دار پر چڑھائے جانے کے فیصلے کو سننے کی خوشی میں اس کی یہ حالت و کیفیت اور قوت و حوصلہ ہے جو نڈر اور دلیر قائد کی شکل میں ہویدا ہے۔ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ تمام بلندیاں سب کو یونہی نہیں ملا کرتیں۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں

مگر ''اے بسا آرزو کے خاک شدہ'' جج کو ان کی یہ خوشی منظور نہ تھی۔ چنانچہ اس نے اس سزائے موت کو ختم کر کے عمر قید کی سزا سنا دی۔ شہادت کا خواب یوں تو شرمندہ تعبیر ہوتے ہوتے بظاہر رہ گیا، مگر جج نے آپ کی خوبصورت تیکھے ناک نقشے اور گورے و نورانی چہرے پر تقدس و تزین سے بھرپور داڑھی اور پر وقار اور دہن شعار ریش کو سر عام مونڈھوا دیا۔ اور جونہی ان کے بال زمین پر گرے مٹھی میں اٹھایا اور گویا ہوئے۔

غم نہ کھاؤ کہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کاٹی گئی ہو۔

ولست ابالی حین اقتل مسلما
علی ای جنب کان فی الله مصرعی
وذاک فی ذات الا له وان یشاء
یبارک علی اوصال شلو ممزع

مولانا یحییٰ علی صادق پوری کی ہی کیا بات ہے؟ یہاں تو بچہ بچہ ایسا ہی تھا اور ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو تو پوچھو ہی نہیں کہ انہوں نے انہیں بصد ناز ونعمت اور بہ ذوق وشوق اپنے آغوش محبت میں پالا ہی اس لیے تھا کہ وہ تاج سرِ دارا کو کچل دیں۔ یہی حال آپ کے پیش روٴں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، سید احمد شہید بریلوی، شاہ اسماعیل شہید دہلوی، مولانا عبدالحی بڈھانوی، مولانا ولایت علی صادق پوری، مولانا، عنایت علی صادق پوری، مولانا عبدالکریم مسلم، مولانا عبدالحق بنارسی، مولانا عبداللہ صادق پوری، مولانا عبدالکریم صادق پوری، غازی نعمت اللہ صادق پوری، غازی رحمت اللہ صادق پوری، مولانا یحییٰ علی صادق پوری، مولانا سید مقصود علی صادق پوری، مولانا احمد اللہ صادق پوری، مولانا مبارک علی صادق پوری،، مولانا مولوی محمد حسن ذبیح صادق پوری، مولانا عبدالکریم صادق پوری، مولانا برکت اللہ صادق پوری، مولانا اشرف علی صادق پوری، مولانا رمضان علی صادق پوری، مولانا عبدالخبیر صادق پوری، میاں نذیر حسین محدث دہلوی صاحب، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، مولانا بشیر احمد شہسوانی، مولانا محمود الحسن دیوبندی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا احمد شاہ مدراسی، پیر علی شہید پٹنہ، مولانا لیاقت علی الہ آبادی، مولانا محمد جعفر تھانیسری، مولانا نیاز احمد سہسوانی، مولانا عبدالجلیل شہید علی گڑھی، حاجی نور محمد صراف فیروز پوری، مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا خرم علی بلہوری، حکیم مومن خاں مومن، مولانا عبدالقادر قصوری، مولانا عبداللہ غازی پوری، مولانا ابومحمد ابراہیم آروی، مولانا زین العابدین ڈھاکہ، مولانا عبداللہ سیتامڑھی، مولانا عبدالسبحان جھنگڑہ، حافظ محمد شریف جھمکا، حافظ عبدالغفور رتلامی، حافظ محمد اسحٰق دہلوی، شیخ عطاء الرحمٰن بانی دارالحدیث، شیخ عبدالرحمٰن بانی دارالحدیث، حافظ حمید اللہ دہلوی کشن گنج دہلی، حاجی خدابخش جوہد پوری، مولانا عبدالمتین بنارسی،

سیٹھ عبداللہ کوچین، سیٹھ محمد داود دہلوی، جناب محمد صاحب راوی والے، حاجی عطاء اللہ اوڈوانے، حاجی محمد ابراہیم ماڑی اٹاری، علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا عبدالتواب ملتانی، مولانا محمد علی لکھنوی، مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا عبداللہ کچھیانو والہ، مولانا عبداللہ کوٹ کپورہ، صوفی محمد سلیمان روہڑی، مولانا حکیم عبداللہ روپڑی، میاں شمس الدین، میاں غلام حسین، علی مقیم باری، قاضی میاں جان، الٰہی بخش، منشی عبدالکریم، مولانا عبدالرحیم، میاں عبدالغفار، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولوی عبدالحق، مولانا عبدالرحیم (نائب رئیس المجاہدین)، مولانا عبدالرحیم شہید (مولوی بشیر)، مولانا عبدالرحیم عظیم آبادی، مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی امیر المجاہدین، مولانا محی الدین قصوری، مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، مولوی ولی محمد فتوی والا، نواب ضمیر الدین احمد لوہارو، سید داؤد غزنوی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا عبداللہ الکافی، مولانا عبداللہ الباقی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا عبدالوہاب آروی، مولانا عبدالقیوم رحمانی، مولانا عبدالصمد رحمانی، مولانا عبدالباری جھمکاوی، مولانا عبدالعزیز عظیم آبادی، مولانا عبدالجبار غزنوی، حکیم نورالدین میر، میر عبدالقیوم ایڈووکیٹ پشاور، مولانا عبدالمجید سوہدروی، مولانا محمد جونا گڈھی، مولانا محی الدین احمد قصوری، محمد علی قصوری، قاضی عبداللہ (قاضی کوٹ)، قاضی عبدالرؤف کوٹ، حافظ بارک اللہ لکھوی، مولانا محمد علی ایم اے کینٹ قصوری خاندان، مبارک محمود علی قصوری، مولانا عبدالکریم صاحب دیوان گلشن، مولانا ابوالخیر جھمکاوی، مولانا ابوسعید جھمکاوی، مولانا ابوالحسن افغانی، حاجی عبداللہ خان، میاں جی کریم اللہ خان، مولوی نور علی، مولوی محمد مرید، مولانا طالب علی، مولانا فرحت حسین، مولوی الٰہی بخش، منشی فضل الرحمٰن بردوانی، منشی محمدی انصاری، منشی شاہ محمد، منشی رؤف الدین، منشی مخدوم بخش، منشی حسن علی، منشی عزیز الرحمٰن، حاجی عبدالرحیم پکھلی والے، سید ابومحمد نصیر آبادی، میر رستم علی، شیخ عبدالحکیم، مولوی عبدالرحمٰن، کریم بخش، مولانا عبدالرحمٰن ڈونکوی، مولانا ابوالکلام آزاد، مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو، سردار ولب بھائی پٹیل، حسرت موہانی، اشفاق اللہ خان، شیر علی وغیرہ وغیرہ

ادھر فرائضی تحریک جو اتباعِ کتاب وسنت کی بنیاد پر قائم تھی اور رد بدعت و رسوم ورواج میں ٹھیک اسی روش پر گامزن تھی جو شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب اور شاہ اسماعیل شہید نے اپنائی تھی اس کے لیے مورخین نے انہیں وہابی کے نام سے بدنام کیا ہے۔ جسے حاجی شریعت اللہ نے مکہ مکرمہ میں حج سے واپسی کے بعد شروع کیا تھا۔انہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ بنگال میں بہت حد تک صادقان صادق پور کے لیے راستہ ہموار ہوا، مال اور رجال کی بڑی ضرورت وہیں سے پوری ہونے لگی۔

کیا دنیا کی سب سے بڑی طاقت اور سپر پاور جس کے اقتدار کا سورج غروب نہیں ہوتا تھا اسے میز پر آنے، میدان معرکہ کو چھوڑ کر بات چیت کے ذریعہ چاہے وہ بصد حیلہ وفن ہی سہی بوریہ بستر باندھ کر جانے پر مجبور کر دیا۔ الغرض ''ایں خانہ ہمہ چراغ است'' تھا۔اس کی مثال کسی قوم کی تاریخ میں کم ملتی ہے۔اور ہندوستان کی تاریخ تو ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

مضت الدهور وما اتين بمثله
ولقد اتى فعجزن عن نظرائه

حریت وآزادی دینی ودنیاوی کا جو بھی قصہ بیان کیا جائے اور قربانی وایثار اورللّٰہیت وحب الوطنی کی جو بھی تاریخ رقم کی جائے، مجالس ومحافل منعقد کیے جائیں، انجمنیں قائم اور بزم آزائی کی جائے، ان جیالوں کے ذکر کے بغیر مجلسیں سونی اور ادھوری رہیں گی، خصوصا آزادی ہند کی کوئی تقریب اور جشن وجوبلی

اولئك آبائي فجئني بمثلهم
اذا جمعتنا يا جرير المجامع

یہ سلسلہ طویل بھی ہے اور عظیم وضخیم بھی۔

کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستان میری

اے اللہ! ہمیں آزادی کی قدر کرنے کا شعور دے۔اسلاف کی قربانیوں کا انھیں صلہ واجر عظیم دے۔اس کی قدر دانی کی توفیق دے۔ ملک وملت کو ہر بحران سے نجات دے۔اسے نظر بد سے بچا۔اس کی آزادی اجتماعی تحریک کی طرح اسے تعمیر وترقی سے نوازنے، آپسی میل ومحبت، بھائی چارہ، تعاون اور قومی یکجہتی کا شعور بخش دے۔دغا وغدر اور خیانت سے ہر شہری کو بچا۔اور ہر حال میں شر وفساد، ہنگامہ وہیجان اور دہشت گردی وبغاوت اور اس کے برے عواقب سے بچا اور ہمارے وطن اور سارے عالم میں امن وشانتی کا دور دورہ فرما۔اسے تعمیر وترقی سے شادکام اور ہم سب کو استحکام عطا فرما۔آمین

یوم آزادی سب کو مبارک

ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ مدنی

دورِ فتن میں حفاظتِ ایمان کے بنیادی اصول

آج کا زمانہ فتنوں کا زمانہ ہے، ہر سمت فتنوں کا زور و شور ہے، ہر طرف گمراہی، انتشار اور اخلاقی زوال کے طوفان اٹھ رہے ہیں۔ ایک مومن کو صبح و شام، رات و دن، سفر و حضر، ہر حالت میں فتنوں کا سامنا ہے۔ یہ فتنے بے شمار اور لاتعداد ہیں، ہر روز ایک نیا فتنہ نئی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ کفر و شرک کا فتنہ، بدعت و خرافات کا فتنہ، مال و دولت اور دنیا پرستی کا فتنہ، اہل و عیال اور اولاد کی محبت میں حد سے تجاوز کا فتنہ، مرد و زن کے اختلاط کا فتنہ، جنگ و جدال اور خونریزی کا فتنہ، دین سے بیزاری اور ارتداد کا فتنہ، شریعتِ اسلامیہ سے انحراف کا فتنہ، قرآنِ مجید پر اعتراضات کا فتنہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پر انگشت نمائی کا فتنہ، غرضیکہ فتنے ہزاروں رنگ میں ظاہر ہو رہے ہیں، مگر ان کے مقابلے میں ڈٹ جانے والے اور ان کے طوفان کے آگے بند باندھنے والے افراد نہایت کم ہیں۔

تاہم اس سے فرار ممکن نہیں، کیونکہ ہر مومن کو ان فتنوں کا سامنا کرنا ہی پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: الم أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ (العنکبوت:۱-۳)

ترجمہ: ''الم۔ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ بس یہ کہہ دینے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟ حالانکہ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون لوگ سچے ہیں اور کون لوگ جھوٹے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتنوں کے بارے میں اہل ایمان کو پہلے ہی آگاہ کر دیا ہے کہ اس دنیوی زندگی میں ایک مومن کو مختلف قسم کے فتنوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ مگر اس سے گھبرانے یا مایوس ہونے کے بجائے مؤمن کا فرض ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں ان فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔ حقیقی کامیابی اور سعادت اسی میں ہے کہ انسان اپنے ایمان کو فتنوں کے طوفان سے محفوظ رکھ لے۔ جیسا کہ مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان السعيد لمن جنب الفتن ان السعيد لمن جنب الفتن، ان السعيد لمن حجنب الفتن. ''یقیناً وہی شخص حقیقی خوش نصیب ہے جو فتنوں سے بچا لیا گیا، یقیناً وہی شخص حقیقی خوش نصیب ہے جو فتنوں سے بچا لیا گیا، یقیناً وہی شخص حقیقی خوش نصیب ہے جو فتنوں سے بچا لیا گیا۔'' (سنن ابی داود (۴۲۶۳) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فتنوں سے حفاظت ہی سعادت اور خوش بختی کی علامت ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ انسان ان فتنوں سے محفوظ کیسے رہے؟ وہ کون سے ذرائع اور اصول ہیں جنہیں اختیار کر کے ایک مسلمان اپنے دین و ایمان کو ان طوفانوں کے درمیان سلامت رکھ سکتا ہے؟ کتاب و سنت میں اس بارے میں بے شمار رہنمائی موجود ہے۔ زیر نظر مضمون میں انہی اصولوں میں سے کچھ اہم اور بنیادی اصول کو بیان کیا گیا ہے، جو باذن اللہ تعالیٰ فتنوں کے اس پر آشوب دور میں ایمان کے تحفظ اور روحانی سلامتی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

(۱) ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا: دین و ایمان کی حفاظت کے عظیم وسائل میں سب سے پہلا اور بنیادی وسیلہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ لہٰذا چاہے ہم اکیلے ہوں یا جماعت میں، رات کی تاریکی میں ہوں یا دن کی روشنی میں، بند کمرے میں ہوں یا عام مجالس میں، ایک مومن کو ہر لمحہ اور ہر جگہ اپنے رب سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ اسے کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہیے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو، بلکہ ہر وقت وہی عمل کرنا چاہیے جو اللہ کی رضا کا باعث بنے۔ اگر مومن نیک اعمال کرتا رہے اور برے اعمال سے بچتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے فتنوں سے محفوظ رکھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجاً (الطلاق:۲) ترجمہ: اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکال دے گا اور اسے ایسی جگہ سے روزی عطا فرمائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا۔''

محترم قارئین! جب تابعین کے زمانے میں فتنوں کا بول بالا ہوا۔ عبدالرحمٰن بن اشعث اور حجاج بن یوسف کے مابین جنگ کے فتنے نے عام لوگوں کو گھیر لیا، تو کچھ لوگ، مشہور عابد زاہد تابعی، طلق بن حبیب عنزی رحمہ اللہ کے پاس آئے اور ان سے اس فتنے سے بچنے کا طریقہ پوچھا: تو طلق بن حبیب رحمہ اللہ نے کہا: اتقوا الفتنة بالتقوى، فقيل له: اجمل لنا التقوى في يسير فقال: التقوى العمل بطاعة الله على نور من الله رجاء رحمة الله، والتقوى ترك معاصي الله على نور من الله مخافة عذاب الله.

تقویٰ کے ذریعے اس فتنے سے بچو۔ ان سے کہا گیا کہ ہمیں تقویٰ کی تعریف مختصر انداز میں بتا دیجئے۔ طلق بن حبیب رحمہ اللہ نے کہا: تقویٰ یہ ہے کہ تم اللہ کی

اطاعت کرو، اوراس پر اللہ کی طرف سے دلیل ہو، اور اللہ سے رحمت کی امید رکھواور اللہ کی معصیت سے بچو، اس پر اللہ کی طرف دلیل ہواوراس کے عذاب سے ڈرو۔ (''الزہد''ابن المبارک (۱۳۴۳)الزہدالکبیر بیہقی (۹۶۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سبھی لوگوں کو فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے نیک اعمال کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: **بادروا بالأعمال كقطع الليل المظلم، يصبح الرجل مؤمنا ويمسى كافرا، أو يمسى مؤمنا ويصبح كافرا، يبيع دينه بعرض من الدنيا.** ''فتنوں کے آنے سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو، کیونکہ فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے، آدمی ایمان کی حالت میں صبح کرے گا اور شام ہوتے ہوئے کافر بن جائے گا، اسی طرح شام حالت ایمان میں کرے گا اور صبح ہوتے ہوتے کافر بن جائے گا، اپنا دین وایمان دنیوی مفاد کے عوض بیچ ڈالے گا۔(صحیح مسلم:۱۱۸)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچیرے بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا جب وہ کم عمر تھے فرمایا: **يا غلام انى أعلمك كلمات احفظ الله يحفظك، احفظ الله تجده تجاهك.**

''اے بچے! میں تمہیں چند باتیں سکھاتا ہوں، تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، اور تم اللہ کے احکام پر عمل کرو، تم اللہ کو ہمیشہ اپنے سامنے پاؤ گے۔''(جامع ترمذی (۲۵۱۶) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

یہ تمام تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ تقویٰ اختیار کرنا ایمان کی حفاظت کا سب سے مضبوط ذریعہ ہے۔ نیک اعمال کی پابندی، برائیوں سے اجتناب اور اللہ کی رضا کو ہر چیز پر مقدم رکھنا، یہی فتنوں کے دور میں ہر مومن کی اولین ذمہ داری ہے۔

(۲) کتاب وسنت کو مضبوطی سے لازم پکڑنا: دین وایمان کی حفاظت کے عظیم وسائل واسباب میں سے دوسرا اہم وسیلہ ہے کہ کتاب وسنت کو حرز جان بنایا جائے، ان سے مضبوطی کے ساتھ وابستہ رہا جائے، اور ہر کام میں کتاب وسنت کو مقدم رکھا جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا** (النساء:۵۹) ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکمرانوں کی بھی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر حقیقی ایمان رکھتے ہو۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے سب سے اچھا ہے۔''

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر امت کو ہمیشہ کے لیے واضح ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: **يا ايها الناس انى قد تركت فيكم ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا أبدا كتاب الله وسنة نبيه.**

اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ اللہ کی کتاب قرآن مجید اور اس کے نبی کی سنت (المستدرک علی الصحیحین (۹۳/۱)، السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۱۴/۱۰) علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو کتاب وسنت کو مضبوطی سے لازم پکڑنے کی وعظ ونصیحت فرمائی، جیسا کہ عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم، ثم أقبل علينا فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال قائل: يارسول الله كان هذه موعظة مودع، فما ذا تعهد الينا؟ فقال أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة، وان عبدا حبشيا، فانه من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافا كثيرا، فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء المهديين الراشدين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، واياكم ومحدثات الأمور، فان كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر نہایت بلیغ نصیحت فرمائی، جس سے آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور دل لرز اٹھے۔ تو ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ نصیحت تو گویا الوداع کرنے والے کی نصیحت معلوم ہوتی ہے، تو آپ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے، اپنے امیر کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، خواہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ بے شک جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا، وہ بہت اختلافات دیکھے گا۔ پس تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا، اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا اور دانتوں سے جکڑ لینا اور نئے نئے کاموں یعنی بدعات سے بچنا، کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔(سنن ابی داؤد ۴۶۰۷) علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم رہنے کی اہمیت کو امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے نہایت بلیغ انداز میں بیان فرمایا: **السنة سفينة نوح، من ركبها نجا، ومن تخلف عنها غرق.** ''سنت، نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے، جو اس پر سوار ہوگیا وہ نجات پاگیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ڈوب کر ہلاک ہوگیا۔''(تاریخ بغداد (۳۰۹/۸) تحقیق: بشار عواد، ذم الکلام واہلہ (۸۱/۵) تحقیق: عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز الشبل)

لہٰذا جو شخص سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو لازم پکڑ لیتا ہے، وہ فتنہ سے محفوظ رہتا ہے، اور دنیا وآخرت کی بھلائیاں حاصل کرتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اسی جانب رہنمائی فرمائی ہے کہ فتنوں سے نجات کا واحد راستہ کتاب وسنت کی پیروی ہے۔ اسی طرح خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا بھی اس لیے ضروری ہے کیونکہ ان کے زمانے میں بڑے بڑے فتنے برپا ہوئے، لیکن ان خلفاء نے صبر، حکمت اور استقامت کے ساتھ ان فتنوں کا مقابلہ کیا اور امت کو ان سے محفوظ رکھا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ فتنوں سے بچاؤ اسی وقت ممکن ہے جب وحی الٰہی یعنی قرآن وسنت کی طرف رجوع کیا جائے، ان کے احکام پر عمل کیا جائے، اور مشتبہ امور کو انہی کی روشنی میں حل کیا جائے۔

(۳) دینی علم حاصل کرنا اور علماء راسخین کی طرف رجوع کرنا:

فتنوں سے بچنے اور اپنے ایمان کے بچانے کا تیسرا اہم وسیلہ ہے کہ ہم دینی وشرعی علم حاصل کریں اپنے بال بچوں آل واولاد کو اس کی تعلیم دیں، کیونکہ علم وہ نور ہے جو فتنوں اور شبہات کی تاریکیوں کو دور کرتا ہے اور انسان کو سیدھے اور سچے راستے کی رہنمائی کرتا ہے، جبکہ جہالت تاریکی ہے جو انسان کو تباہ وبرباد کر دیتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل:۴۳) ''اگر تم کوئی چیز نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين** ''جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ، اس کا علم عطا کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ صحیح بکاری (۷۱)، صحیح مسلم (۱۰۳۷)

پس عالم جانتا ہے کہ حق کیا ہے لہٰذا وہ اس کی پیروی کرتا ہے، اور باطل کیا ہے تو وہ اس سے اجتناب کرتا ہے۔ جبکہ جاہل، لاعلمی اور بے بصیرتی کی وجہ سے، سب سے پہلے فتنوں میں واقع ہو جاتا ہے۔

محترم قارئین! فتنوں کا زور اس وقت مزید بڑھ جاتا ہے جب لوگ دین کی اصل تعلیمات سے غافل ہو جائیں، اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلنے لگیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں اہل علم نے امت کو متنبہ کیا کہ دین کا علم حاصل کرو، کیونکہ یہی علم تمہیں صحیح اور غلط کے درمیان فرق بتائے گا، حلال وحرام کی تمیز سکھائے گا اور فتنوں کے اندھیروں میں روشنی کا چراغ ثابت ہوگا۔

علماء راسخین امت کے لئے ایک مضبوط قلعہ ہیں۔ وہی فتنوں کی حقیقت کو پہچانتے ہیں، امت کو خبردار کرتے ہیں، اور وہی کتاب وسنت کی بنیاد پر لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ان کی مثال اس بلند مینار کی ہے جو اندھیری رات میں مسافروں کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ جو ان سے رہنمائی لینا چھوڑ دیتا ہے وہ فتنوں کے بھنور میں پھنس کر گمراہ ہو جاتا ہے۔ فتنوں کے دور میں علمائے راسخین کی اہمیت وضرورت مزید بڑھ جاتی ہے، وہ اپنی علمی بصیرت وبصارت کی وجہ سے امت کو حق بات کی طرف بلاتے ہیں اور باطل سے روکتے ہیں جو ان کی اتباع کرتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور جو ان سے روگردانی کرتا ہے وہ ہلاکت وبربادی میں پڑ جاتا ہے، اس کی واضح مثال عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور خوارج کا واقعہ ہے۔

(۴) خبروں کی تحقیق اور چھان بین کرنا:

دین اسلام نے حکم دیا ہے کہ ہر سنی سنائی بات پر یقین نہ کیا جائے بلکہ خبر دینے والی کی عدالت وثقاہت کو دیکھ کر ہی اس کی بیان کردہ خبروں پر یقین کیا جائے کیونکہ فاسق وفاجر لوگ جھوٹی من گھڑت باتیں لوگوں میں فتنہ وفساد کی خاطر پھیلاتے ہیں اور معاشرے میں جنگ وجدال، لڑائی جھگڑوں کے باعث بنتے ہیں، فتنوں کے دور میں سب سے زیادہ تباہ کن چیز افواہیں اور جھوتی خبریں ہوتی ہیں۔ یہی جھوٹی خبریں دلوں میں بدگمانی، ذہنوں میں انتشار اور معاشرے میں فساد کو جنم دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (الحجرات:۶) ''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو نادانی میں نقصان پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر پشیماں ہو جاؤ''

اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ خبروں کو بغیر تحقیق کے قبول کرنا اندھیروں میں تیر چلانے کے مترادف ہے۔ ایک لمحے کی غفلت، برسوں کے تعلقات کو توڑ دیتی ہے اور ایک جھوتی خبر، امت کو انتشار اور خانہ جنگی میں مبتلا کر دیتی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **يكون في آخر الزمان دجالون كذابون ياتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤكم فاياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم.** ''آخری زمانے میں جھوٹے دجال پیدا ہوں گے، وہ تمہارے پاس ایسی باتیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے۔ پس تم ان سے بچ کر رہنا، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں'' (مقدمہ صحیح مسلم (ص۱۲) اور اس کی سند صحیح ہے)

آج کے میڈیا اور سوشل میڈیا کے دور میں یہ ذمہ داری مزید بڑھ گئی ہے کہ ہم ہر خبر کو پہلے جانچیں پرکھیں، ہر قسم کے افواہ کو روکیں اور اپنی زبان وقلم سے صرف وہی بات آگے بڑھائیں جو سچائی اور خیر پر مبنی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع** ''انسان کے جھوٹا ثابت ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے بیان کرتا پھرے'' (مقدمہ صحیح مسلم (ص۱۲) اور اس کی سند صحیح ہے) لہٰذا مومن کو چاہیے کہ وہ ہر خبر کا تجزیہ کرے، معتبر ذرائع سے تحقیق کرے۔ یہی طرز عمل اسے فتنوں کے طوفان سے بچا سکتا ہے، معاشرے کو امن وسکون عطا کر سکتا ہے اور امت کو اتحاد واتفاق کی ڈور میں باندھ سکتا ہے۔ ☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

اسلام میں ماحولیات کونقصان پہنچانے کی ممانعت۔شرعی دلائل اور جامع وژن

مذہب اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ کائنات اور زندگی کے بارے میں اس کے پاس ایک جامع وژن ہے۔کیونکہ اس کے نقطۂ نظر سے انسان اور فطرت ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔اوراس کے پاس ان کے درمیان توازن اور ہم آہنگی کی ایک مضبوط ساخت موجود ہے۔اسلام میں ماحولیات کے قضیے کا بڑا مقام ہے۔کیونکہ کسی بھی شکل میں اس پر زیادتی اس توازن کے ساتھ کھلواڑ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کائنات میں قائم کر رکھا ہے۔قرآن کریم،سنت نبوی،اجماع اور فقہی قواعد وضوابط میں اس کے نوع بہ نوع دلائل موجود ہیں۔

ماحولیات کی حفاظت اوراس کی دیکھ ریکھ کواسلام بنیادی دینی اقدار کا حصہ مانتا ہے اورصراحت کے ساتھ کہتا ہے کہ ماحولیات سے کھلواڑ اوراسے آلودہ کرنا حرام ہے۔کیونکہ اس میں مخلوقات کی مصلحتوں کا فساد وبگاڑ اوران کی ضرر رسانی پائی جاتی ہے۔

بگاڑ کی ہرمحسوس شکل کواسلام حرام قرار دیتا ہے۔جیسا کہ ماحولیات کو پراگندہ کرنا اسی طرح اس کے وسائل کا استحصال وضیاع۔نقصان کے ازالے اورفطرت کی خوبصورتی نیز پانی اور درخت جیسے وسائل کی حفاظت کی اسلام ترغیب دیتا ہے۔

جانوروں کا ظالمانہ یامحض کھیل کود کے مقصد سے شکار جبکہ اس سے فائدہ مقصود نہ ہواس کی بھی اسلام میں ممانعت ہے۔اوراسے بعض علماء کے نزدیک مکروہ یا حرام قرار دیا گیا ہے۔بالخصوص جب اس سے ماحولیات کے توازن کو نقصان ہوتا ہو یا جانوروں کے ملاپ یا تولید کے موسم میں ہو۔اس کی دلیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا: جوبھی انسان کسی گوریا، یا اس سے بھی زیادہ چھوٹی چڑیا کو ناحق قتل کرے گا،اللہ تعالیٰ اس سے اس کے متعلق سوال کرے گا،عرض کیا گیا: اللہ کے رسول!اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اسے ذبح کرے اور کھائے اوراس کا سرکاٹ کر نہ پھینکے۔(نسائی)

جہاں تک درختوں کے کاٹنے یا جلانے کا تعلق ہے تو محض چھیڑ چھاڑ اورحملہ کرنے کی غرض سے نہ تو پھلدار درختوں کا کاٹنا جائز ہے اور نہ ہی بغیر پھل درختوں کو ، بلکہ یہ زمین کے اندر بگاڑ شمار ہوگا اور زمین کو آباد کرنے کا جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس سے متصادم ہوگا۔

اسلامی تعلیمات بلاضرورت درختوں کے کاٹنے اورانہیں جلانے کو سختی کے ساتھ حرام قرار دیتی ہیں۔اورناگزیر ضرورت اور متبادل پیڑ لگانے کے ضابطوں کے مطابق اورلوگوں سے براہ راست نقصان کے ازالے کے وقت ہی جائز قرار دیتی ہیں۔

ماحولیات کے سلسلے میں کسی بھی قسم کی زیادتی شرعاً حرام ہے۔اورحکومت کو چاہیے کہ وہ اس طرح کی جرأت کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کرے۔

فائدہ نہ اٹھانے کی نیت سے کیے گیے ظالمانہ شکار،اسی طرح جانوروں کے ملاپ اور تولید کے موسم میں شکار بھی ممنوع ہے۔

بلاضرورت درختوں کو کاٹنا یا جلانا یا جب یہ لوگوں کی مصلحت میں نہ ہو،حرام ہے۔

یہ سارے مسائل قرآن وسنت کی تعلیمات پر مبنی ہیں اوران کا مقصد ماحولیات کا توازن برقرار رکھنا اورانسان،حیوان اورنباتات کے لیے زمین سازگار رہے اس کی ضمانت کے لیے ہے۔اور ہرمسلمان کی دینی ومعاشرتی ذمہ داریوں میں اس کا شمار ہے۔

(۱) قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں جن پر ماحولیات کے احترام اوراس کی حفاظت کی بنیاد ہے:

۱۔زمین میں فساد کی حرمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلاَ تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ بَعْدَ إِصْلاَحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (الاعراف:۸۵) ترجمہ: ''اور زمین میں اس کے بعد کہ اس کی درستی کردی گئی،فساد مت پھیلاؤ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو۔''

آیت کریم کے اندر فساد پھیلانے سے مراد ہر وہ کام ہے جو ماحولیات کے توازن کو نقصان پہنچائے۔

۲۔اسراف وفضول خرچی کی ممانعت۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَكُلُواْ وَاشْرَبُواْ وَلاَ تُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (الاعراف:۳۱) ترجمہ: ''اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت بڑھو۔ بیشک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

فطری وسائل کا بیجا استعمال اس ممانعت میں داخل ہے۔

۳۔کائنات کے لیے الٰہی اعزاز۔اللہ تعالیٰ نے کائنات کو ایک خاص مقدار اور توازن کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (القمر:۴۹) ترجمہ: ''ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے سے پیدا کیا ہے۔''

لہٰذا اس توازن وبیلینس میں خلل ڈالنا حکمت الٰہی سے بغاوت کے مترادف ہوگا۔

(۲) سنت نبوی سے دلائل: احادیث نبویہ کی خاصی تعداد ہے جس میں ماحولیات کو نقصان پہنچانے ممانعت وارد ہوئی ہے۔:

۱۔پانی کو آلودہ کرنے کی ممانعت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین ایسی

چیزوں سے بچو جولعنت کا سبب ہیں: پانی لینے کی جگہوں پر، سائے دار درختوں کے نیچےاور عام راستوں پر قضائے حاجت کرنے سے۔(ابن ماجہ)اس سے پانی نکلنے کی جگہوں کوآلودہ کرنے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

۲۔پیڑ پودھے لگانے کی ترغیب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی مسلمان جوایک درخت کا پودا لگائے یا کھیتی میں بیج بوئے، پھراس میں سے پرند یاانسان یاجانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔(بخاری ومسلم)

۳۔درخت کاٹنے کی ممانعت: حدیث شریف میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص (بلاضرورت) بیری کا درخت کاٹے گا اللہ تعالیٰ اسے سر کے بل جہنم میں گرادے گا۔(ابوداؤد)

(۴)ماحولیات کے تحفظ سے متعلق فقہاء کے چند منضبط قاعدے:

ا۔کسی کونقصان نہ پہنچانا نہ ابتداء اور نہ مقابلۃً۔شریعت میں اس کی قاعدہ کلیہ کی حیثیت ہے لہٰذا جوبھی چیز ماحولیات اور حیاتیات کونقصان پہنچائے سب کوشامل ہے۔

۲۔پڑوسیوں کوتکلیف دینا حرام ہے۔کیونکہ اس میں ماحولیات کا نقصان ہے جوصوتی آلودگی وغیرہ کی بدولت ہوتا ہے۔۳۔نقصان پہنچانے کی ذمہ داری۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: تم میں سے ہرایک نگراں ہےاوراس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔(بخاری ومسلم) ذمہ داری کے اندر ماحولیات کے تحفظ کی ذمہ داری بھی شامل ہے۔

(۴)ماحول کونقصان پہنچانے کے خلاف عصری پابندیاں: اسلام میں ماحول کونقصان پہنچانے کی ممانعت کا اطلاق بہت سے عصری مسائل پر ہوتا ہے: ا۔پانی اور ہوا کوآلودہ کرنا: زمین کے اندر فساد وبگاڑ مانا جائے گا جس کی شریعت میں ممانعت ہے۔۲۔گلوبل وارمنگ: یہ ماحولیاتی توازن کونقصان پہنچانے کے زمرے میں آتا ہے جس کے تحفظ کی اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے۔۳۔غیر قانونی شکار: اس میں جائز مقصد کے علاوہ کسی جانور کو مارنے کی ممانعت کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔۴۔وسائل کا ضیاع: یہ اسراف وفضول خرچی کے متعلق قرآنی ممانعت کے خلاف ہے۔خلاصۂ کلام یہ کہ اسلام وسائل کے استعمال اوران کے تحفظ کے درمیان توازن کی بنیاد پر ماحول سے نمٹنے کے لیے ایک جامع نظریہ پیش کرتا ہے۔یہ قرآن وسنت سے ماخوذ اسلامی قانونی شواہد پر مبنی ہے۔مختلف شکل میں ماحول کے خلاف زیادتی شریعت اسلامیہ میں حرام ہے۔کیونکہ اس میں زمین کے اندر بگاڑ، حیاتیات کونقصان اوراس امانت میں خیانت پائی جاتی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے انسان کو جانشین بنایا ہے۔چنانچہ ایک مسلمان سے اس بات کا مطالبہ ہے کہ وہ ماحول کے لیے امانتدار نگہبان بنے، زمین کوآباد کرے نہ کہ برباد اور بغیر اسرف وتبذیر کے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مستفید ہو۔

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(ا)وہ طلباء جواعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اورانہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اورصوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲)وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یااس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’’جریدہ ترجمان‘‘ (اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اورعہدہ صاف صاف لکھیں۔کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یااس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جوحضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹیؒ

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمترین لوگوں پر شفقت

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی تھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک (پکڑتی) فتنطلق به حيث شاءت ''پس لے جاتی حضورؐ کو جہاں چاہتی'' (بخاری شریف)

یعنی لونڈی حضورؐ کا ہاتھ پکڑ کر جس طرف چاہتی لے جاتی۔ اور آپ اس کے ساتھ چلے جاتے، وہ اپنا حال عرض کرتی۔ آپ سنتے۔ کتنی شفقت ہے حضورؐ کی امت پر کہ معمولی لونڈیوں کے ساتھ بھی آپ چلے جاتے۔ کچھ عار نہ کرتے۔

مشکوۃ باب فی اخلاقہ میں ایک حدیث کے اندر یہ بھی ہے:

ولا يانف ان يمشي مع الارملة والمسكين فيقضي له الحاجة.

''پس نہ عار کرتے حضورؐ بیوہ اور مسکین کے ساتھ چلنے میں۔ پس کر دیتے اس کا ہر کام''

حضرت انسؓ ہی سے روایت ہے، ایک عورت نے جس کی عقل میں کچھ خلل تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! ان لي اليك حاجة مجھ کو آپ سے ایک کام ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے ماں فلانے کی دیکھ جونسا کوچہ چاہے تو (بیٹھ یا کھڑی ہو اس میں) یہاں تک کہ سرانجام کروں میں کام تیرا۔ پھر آپ اس کے ساتھ تنہا ہوئے ایک راستہ میں۔ (اس کے پاس کھڑے رہے۔ اس کی باتیں سنتے رہے)۔ یہاں تک کہ فارغ ہوئی وہ عورت اپنی ضرورت سے۔'' (صحیح مسلم)

اللہ اکبر! دو جہان کے سردار، جنوں اور انسانوں کے آقا، کونین کے خواجہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لونڈیاں اور فاتر العقل عورتیں جہاں چاہیں کھڑا کر کے باتیں کریں اپنے دکھڑے سنائیں۔ اپنی ضرورتیں پیش کریں، لیکن حضورؐ کے ماتھے پر شکن نہیں پڑتی۔ وہ عار نہیں کرتے، نفرت نہیں کرتے، جتنا وقت۔ وہ چاہیں۔ بس۔ آپ کی باتیں سنیں۔ ان کے کام کریں۔ جب تسلی اور اطمینان کے بعد خود حضورؐ کو چھوڑ دیں۔ تو آپ جائیں۔

وہ خیر البشرؐ فخر اولادِ آدم ۔۔۔ بشیر ونذیر وفقیہہ دوعالم
وہ لطفِ مکمل وہ خلقِ مسجم ۔۔۔ بنی نوعِ انساں کا غم خوار وہمدم
غنی اور گدا کا پیارا محمدؐ
خدا کا محمدؐ، ہمارا محمدؐ
محمدؐ وہ گم گشتہ قوموں کا ہادی ۔۔۔ جو عالم میں علم وعمل کا منادی
وہ پیغمبرِ عزم وخود اعتمادی ۔۔۔ شریعت ہے جس کی بہت سیدھی سادی
نہ دنیا پرستی نہ رہبانیت ہے
معیشت بداماں یہ روحانیت ہے
شرف صرف اسلام کو ہے یہ حاصل ۔۔۔ کہ جس کا نبی ہر صفت میں ہے کامل
نہ دنیا کا طالب نہ دنیا سے غافل ۔۔۔ اولی الامر یعنی رحیم اور عادل
وہ ''مشفق'' جو غیروں کو اپنا بنالے!
وہ ''قائد'' جو بھولے کو رستہ دکھادے
''پدر'' وہ کہ تصویرِ شفقت سراپا ۔۔۔ وہ ''استاذ'' جو مصلحِ دین ودنیا
وہ ''ناصح'' کہ جس کا ہر اک قول میٹھا ۔۔۔ وہ ''ساتھی'' کہ دشمن کو جس پر بھروسا
وہ ''مزدور'' مٹی اٹھالے جو سر پر
وہ ''سلطان'' کہ سکہ ہے اہلِ نظر پر
''ولی'' وہ کہ بے وارثوں کا ہے والی ۔۔۔ وہ ''مولا'' سلاطین جس کے موالی
وہ ''اعلیٰ'' کہ طرح مساوات ڈالی ۔۔۔ وہ ''طاہر'' کہ دل بھی کدورت سے خالی
وہ ''امی'' کہ مسجد میں قرآن بکف ہے
وہ ''دریا'' کہ ساحل پہ طوفاں بکف ہے
''نبی'' وہ کہ مانا ہے سب انبیاء نے ۔۔۔ ''جری'' وہ جسے کوہ رائی کے دانے
''قوی'' وہ کہ جانچا ہے کوہ حرا نے ۔۔۔ ''سخی'' وہ کہ سائل کا احسان مانے
''غنی'' وہ کہ شاہی میں فقر آشنا ہے
''تہی دست'' ایسا کہ دستِ خدا ہے
محبت کے یوں جس نے دریا بہائے ۔۔۔ دل ان کا بھی چھینا جو سر لینے آئے
یہ بندہ نوازی کے جوہر دکھائے ۔۔۔ کہ خود کھائے جو، اور جواہر لٹائے
خوشی اپنی غیروں کے غم میں بھلادی
دیا درد جس نے اسے بھی دوا دی
جو سویا تھا احساس اس کو جگایا ۔۔۔ جو فتنہ تھا بیدار اس کو سلایا
کچھ ایسا اخوت کا چشمہ بہایا ۔۔۔ کہ دم میں تعصب کا شعلہ بجھایا
محبت سکھادی، عداوت بھلادی
لگادی یہ آگ اور وہ آتش بجھادی

(نسیم امروہی)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

ابو عدنان سعید الرحمٰن نور العین سنابلی

نماز میں بچوں کی صف بندی - تحقیقی جائزہ

نماز کی صفوں کی ترتیب اور ان سے متعلق آداب و احکام شریعتِ اسلامیہ کا ایک اہم باب ہے۔ انہی مسائل میں سے ایک مسئلہ بچوں کے صفوں میں کھڑے ہونے کا ہے، جس کے بارے میں ہمارے معاشرے میں مختلف تصورات اور غلط فہمی پر مبنی عملی رویے پائے جاتے ہیں۔ عام طور پر مساجد میں، خصوصاً جب نماز کے لیے صفیں درست کی جا رہی ہوں، یہ اعلان سننے میں آتا ہے کہ ”بچے پچھلی صفوں میں چلے جائیں اور آگے بڑوں کو کھڑا ہونے دیں۔“ بعض اوقات یہ اعلان اتنی کثرت سے دہرایا جاتا ہے کہ بہت سے لوگ اسے ایک مسلمہ شرعی حکم بلکہ سنتِ ثابتہ سمجھنے لگتے ہیں۔

چنانچہ عملاً یہ منظر بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر کوئی بچہ پہلی یا دوسری صف میں کھڑا ہو تو بعض نمازی اسے وہاں سے ہٹا کر پیچھے بھیج دیتے ہیں اور خود اس کی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل صرف جمعہ کی نماز تک محدود نہیں بلکہ پنج وقتہ نمازوں، تراویح اور دیگر اجتماعات میں بھی عام طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ حالانکہ اس مسئلے پر غور کرنے سے کئی اہم سوالات جنم لیتے ہیں: کیا رسول اللہ ﷺ سے صحیح اور صریح احادیث کے ذریعے یہ ثابت ہے کہ بچوں کی صفیں لازماً بالغ افراد کے پیچھے ہوں؟ کیا شریعت نے بچوں کو پہلی صفوں میں کھڑے ہونے سے منع کیا ہے؟ اگر کوئی بچہ وقت سے پہلے مسجد آ کر پہلی صف میں جگہ حاصل کر لے تو کیا بعد میں آنے والے کسی بالغ شخص کو اسے وہاں سے ہٹانے کا حق حاصل ہے؟ اور کیا بچوں کو صفوں سے پیچھے کرنا ان کی دینی تربیت اور مسجد سے وابستگی پر کوئی منفی اثر نہیں ڈالتا؟

یہ مسئلہ محض صف بندی کی ترتیب تک محدود نہیں بلکہ بچوں کی نفسیات، ان کی دینی تربیت، مسجد سے ان کے تعلق اور نصوصِ شرعیہ کے صحیح فہم سے بھی گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ اس موضوع کا جائزہ معاشرتی رواج یا مروجہ عمل کی بنیاد پر نہیں بلکہ قرآن وسنت کے دلائل اور ائمہ ومحققینِ امت کی تصریحات کی روشنی میں لیا جائے، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ نماز میں بچوں کے کھڑے ہونے کی شرعی حیثیت کیا ہے، ان کی مناسب جگہ کہاں ہے، اور کیا انہیں پہلی صفوں سے ہٹانا درست ہے یا نہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں انہی سوالات کا مختصر مگر مدلل جائزہ پیش کیا جائے گا۔

بچوں کی صفوں کے بارے میں روایتِ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا مطالعہ:

اس سلسلے میں جب ذخیرۂ احادیث کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو ایک روایت ایسی ملتی ہے جس سے بظاہر بچوں کی صفوں کی ترتیب پر استدلال کیا جاتا ہے۔ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ دورِ نبوی کی صف بندی کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: ”کان یجعل الرجال قدام الغلمان، والغلمان خلفهم، والنساء خلف الغلمان“ یعنی مردوں کی صف آگے ہوتی تھی، ان کے پیچھے بچوں کی صف اور بچوں کے پیچھے عورتوں کی صف ہوتی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی اور فرمایا: ”میری امت کی نماز اسی طرح ہے۔“ (سنن ابو داود: 677)

اسی مضمون کی ایک روایت مسند احمد (22911) میں بھی منقول ہے۔ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی نماز اور صف بندی کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ چاروں رکعتوں میں قراءت اور قیام کو تقریباً برابر رکھتے تھے، البتہ پہلی رکعت کو قدرے طویل کرتے تاکہ لوگ نماز میں شریک ہو سکیں، اور صف بندی کے وقت مردوں کو بچوں سے آگے، بچوں کو ان کے پیچھے اور عورتوں کو بچوں کے پیچھے کھڑا کرتے تھے۔

بعض اہلِ علم نے ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی ان روایات سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ نماز میں مردوں، بچوں اور عورتوں کی صفوں کی یہی ترتیب ہونی چاہیے۔ اسی بنا پر بعض فقہائے کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ بچوں کے لیے مردوں کی صفوں کے بعد الگ صف قائم کی جائے گی۔ بعض حضرات نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ بچے عموماً کھیل کود کی طرف مائل ہوتے ہیں اور صفوں کی اہمیت سے پوری طرح واقف نہیں ہوتے، جس کے نتیجے میں صفوں میں خلل یا نمازیوں کی توجہ میں کمی واقع ہو سکتی ہے۔ تاہم ان روایات کو مسئلے کی واحد اور فیصلہ کن دلیل قرار دینا محلِ نظر ہے، کیونکہ محدثین نے ان کی سند پر کلام کیا ہے۔ اس روایت کی سند میں شہر بن حوشب نامی راوی موجود ہیں جن کے بارے میں ائمۂ جرح وتعدیل کی آراء مختلف ہیں اور متعدد محدثین نے ان کی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابن کثیر، امام شوکانی، امام ابن الملقن اور عصرِ حاضر میں شیخ البانی رحمہم اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

چنانچہ اس روایت کی بنیاد پر یہ قطعی حکم ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ بچوں کو لازماً بالغ افراد کے پیچھے ہی کھڑا کیا جائے یا ان کے لیے مستقل طور پر الگ صف قائم کرنا ضروری ہے۔ مزید برآں اگر بالفرض اس روایت کو قابلِ استدلال مان بھی لیا جائے تو اس میں صرف ایک موقع پر صف بندی کی کیفیت بیان کی گئی ہے، نہ کہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی بچہ پہلے آ کر پہلی صف میں جگہ حاصل کر لے تو اسے وہاں سے ہٹا دیا جائے۔ روایت زیادہ سے زیادہ یہ بتاتی ہے کہ اس موقع پر مردوں کو آگے اور بچوں کو ان کے بعد رکھا گیا تھا، لیکن اس میں بچوں کو ان کی حاصل کردہ جگہ سے محروم کرنے یا انہیں پہلی صفوں میں کھڑے ہونے سے منع کرنے کا کوئی ذکر موجود نہیں۔ لہٰذا اس روایت سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ مسجد میں نماز کے دوران بچوں کی الگ صف لازماً قائم کی

جائے گی یا انہیں مردوں کی صفوں میں کھڑا ہونے کی اجازت نہیں ہوگی، درست معلوم نہیں ہوتا۔ اسی لیے اس مسئلے کے صحیح فہم کے لیے دیگر احادیث اور شریعت کے عمومی اصولوں کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے، کیونکہ اصل بحث مردوں کے آگے ہونے کی فضیلت سے زیادہ اس بات کی ہے کہ آیا پہلے سے صف میں موجود بچے کو وہاں سے ہٹانے کی کوئی واضح اور صحیح شرعی دلیل موجود ہے یا نہیں۔

حدیثِ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کے بارے میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا موقف اور مسئلۂ صفِ اطفال میں حدیثِ انس رضی اللہ عنہ سے استدلال: شیخ البانی رحمہ اللہ نے ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے: ''یہ سند ضعیف ہے، اس لیے کہ اس کی سند میں شہر بن حوشب ہیں، اور وہ حافظے کی کمزوری اور بکثرت وہم وخطا کے سبب محدثین کے نزدیک ضعیف شمار ہوتے ہیں۔

آپ مزید کہتے ہیں: میں نے کتبِ سنت میں بہت تلاش وجستجو کی تاکہ اس حدیث کے لیے کوئی متابع یا شاہد مل جائے جس کے ذریعے اسے تقویت دے کر قابلِ استدلال قرار دیا جاسکے، لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ روایت موجود ہے کہ انس رضی اللہ عنہ اور ایک یتیم لڑکا نبی کریم ﷺ کے پیچھے ایک ہی صف میں کھڑے ہوئے تھے۔ یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں بچے کا حکم عورت کی طرح نہیں ہے کہ وہ مردوں کے پیچھے تنہا کھڑا ہو، بلکہ بچہ مرد کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ جب مرد اور بچے دونوں کثرت سے موجود ہوں تو کیا بچوں کے لیے الگ صف بنانا مستحب ہے، اگرچہ ان سے آگے مردوں کی صف ابھی مکمل نہ ہوئی ہو؟ تو اس کا جواب اسی روایت کے ثبوت پر موقوف ہے، اور یہ روایت ثابت نہیں ہے، جیسا کہ معلوم ہو چکا۔ واللہ اعلم۔ (ضعیف ابوداود جلد 1، ص: 234)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اپنے کلام میں جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے، اس میں انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ، فَقُمْتُ وَيَتِيمٌ خَلْفَهُ، وَأُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا'' یعنی نبی کریم ﷺ نے ایک دن ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں نماز ادا فرمائی، تو میں اور ایک یتیم لڑکا آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے، جبکہ ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔'' (صحیح بخاری: 871، صحیح مسلم: 658)

امام ابن عبدالبر رحمہ اس حدیث کے تعلق سے کہتے ہیں: اس حدیث میں اس بات کی بھی دلیل موجود ہے کہ جب بچہ نماز کی سمجھ بوجھ رکھنے لگے تو اسے جماعت کے ساتھ نماز میں شریک ہونا چاہیے اور وہ نمازیوں کی صف میں بھی کھڑا ہوسکتا ہے، بشرطیکہ اس سے کھیل کود، شرارت یا نمازیوں کو تکلیف پہنچانے کا اندیشہ نہ ہو، اور وہ نماز کی حقیقت اور اس عمل کے مفہوم کو سمجھنے والا ہو جس میں وہ مشغول ہے۔ (التمہید، 2/271) اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ بچوں کے لئے مردوں سے الگ کوئی مستقل صف نہیں بنانی، بلکہ وہ بالغ مرد کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے۔ چنانچہ انس رضی اللہ عنہ اور وہ یتیم لڑکا رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ایک ہی صف میں کھڑے ہوئے تھے، اور نبی کریم ﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

امام کے پیچھے اہلِ فہم و بصیرت کے کھڑے ہونے کا حکم: اسی طرح بعض فقہائے کرام نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت سے بھی استدلال کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ'' یعنی میرے قریب تم میں سے بالغ سمجھ دار اور صاحبِ عقل لوگ کھڑے ہوں، پھر وہ جو ان کے بعد ہوں، پھر وہ جو ان کے بعد ہوں، اور بازاروں کی طرح بے ترتیبی اور ہنگامہ آرائی سے بچو۔'' (صحیح مسلم: 432)

اس حدیث میں بلاشبہ اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ امام کے قریب اہلِ عقل، اہلِ علم اور سنجیدہ افراد کھڑے ہوں۔ علمائے کرام نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اگر نماز کے دوران امام سے سہو یا بھول واقع ہوجائے تو ایسے لوگ فوراً تنبیہ کرسکیں اور ضرورت پڑنے پر امام کی نیابت بھی انجام دے سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے امام کے قریب کھڑے ہونے کے لیے اہلِ فضل اور اہلِ دانش کو ترجیح دی ہے۔

تاہم اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ بچوں کو پہلی صفوں میں کھڑے ہونے کا سرے سے حق ہی حاصل نہیں یا ان کے لیے لازماً الگ صف قائم کی جائے گی محلِ نظر ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں امام کے قریب اہلِ عقل ودانش کے کھڑے ہونے کا حکم تو موجود ہے، لیکن کہیں یہ مذکور نہیں کہ اگر کوئی بچہ پہلے سے صف میں موجود ہو تو اسے وہاں سے ہٹا دیا جائے یا اسے مردوں کی صف میں کھڑے ہونے سے منع کر دیا جائے۔

حافظ ابن حجر، امام نووی اور دیگر شارحینِ حدیث رحمہم اللہ نے بھی اس روایت کی شرح میں یہی ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کا مقصود اہلِ فضل کو آگے آنے کی ترغیب دینا ہے، نہ کہ دوسروں کو وہاں سے ہٹانے کا حکم دینا۔ چنانچہ یہ حدیث استحقاقِ تقدیم پر دلالت کرتی ہے، استحقاقِ اخراج پر نہیں؛ یعنی اہلِ علم وعقل کو آگے آنے کا حق اور فضیلت دی گئی ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو شخص پہلے سے وہاں موجود ہو، خواہ وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو، اسے اپنی جگہ سے محروم کر دیا جائے۔

مزید یہ کہ اگر اس حدیث سے بچوں کو پہلی صفوں سے دور رکھنے کا حکم مراد ہوتا تو عہدِ نبوی میں کم سن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا پہلی صفوں اور بڑوں کے ساتھ نمازوں میں شرکت کرنا ثابت نہ ہوتا، جبکہ ابن عباس، انس بن مالک اور دیگر نوخیز صحابہ رضی اللہ عنہم کی نمازوں میں شرکت سے متعلق متعدد روایات کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے یقیناً یہ ہدایت فرمائی ہے کہ دورانِ نماز امام کے قریب اہلِ عقل وخرد اور پختہ فہم افراد کھڑے ہوں، تاکہ اگر نماز میں کسی قسم کا سہو واقع ہو تو وہ بروقت تنبیہ کرسکیں۔ تاہم اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ پہلی صفوں

میں بچوں کا کھڑا ہونا درست نہیں یا ان کے لیے مستقل طور پر الگ صف قائم کرنا ضروری ہے، محلِ نظر ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں صرف امام کے فوراً پیچھے والی جگہ کے بارے میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہاں اہلِ فہم وبصیرت افراد موجود ہوں، جبکہ اس حکم کو پوری صف یا تمام ابتدائی صفوں تک عام قرار دینے کی کوئی صریح دلیل موجود نہیں۔ مزید یہ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل سے بھی اس عموم کی تائید نہیں ہوتی۔

چنانچہ قیس بن عباد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: میں مسجد میں پہلی صف میں کھڑا تھا کہ اچانک میرے پیچھے سے ایک شخص نے مجھے کھینچ کر اپنی جگہ سے ہٹا دیا اور خود وہاں کھڑا ہوگیا۔ اللہ کی قسم! مجھے اس قدر ناگواری ہوئی کہ نماز میں میری توجہ قائم نہ رہ سکی۔ جب نماز ختم ہوئی تو دیکھا کہ وہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے فرمایا: اے نوجوان! اللہ تمہیں رنج ومصیبت سے محفوظ رکھے، بات دراصل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم آپ کے قریب رہیں۔ (سنن نسائی: 809، صحیح ابن خزیمہ: 1573)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے قریب کھڑے ہونے کی فضیلت اور ترجیح ان لوگوں کے لیے تھی جو علم، فہم اور تجربے میں ممتاز تھے، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی واضح ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے قیس بن عباد رحمہ اللہ کو اس لیے نہیں ہٹایا کہ وہ کم عمر تھے، بلکہ اس لیے کہ وہ خود اس مخصوص جگہ کے زیادہ حق دار تھے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی خصوصی ہدایت موجود تھی۔ لہٰذا اس روایت سے زیادہ سے زیادہ امام کے قریب اہلِ علم وفہم کے کھڑے ہونے کی اہمیت ثابت ہوتی ہے، نہ کہ یہ کہ بچوں یا نوجوانوں کو مطلقاً پہلی صفوں سے دور رکھا جائے یا ان کے لیے الگ صف قائم کرنا ضروری قرار دیا جائے۔

مذکورہ دلائل ومناقشات کے بعد اصل سوال اپنی جگہ برقرار رہتا ہے کہ نماز میں بچوں کی عملی صف بندی کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ کیا بچوں کے لیے مردوں کی صفوں کے بعد مستقل طور پر الگ صف قائم کی جائے گی، یا وہ مرد حضرات کے ساتھ انہی صفوں میں کھڑے ہو سکتے ہیں؟ یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس کے گرد پوری بحث گھومتی ہے۔ چنانچہ اس مسئلے کے درست حل کے لیے ضروری ہے کہ ان احادیث اور آثار کا جائزہ لیا جائے جن سے بچوں کے مردوں کے ساتھ صف میں کھڑے ہونے یا ان کے لیے الگ صف مقرر کرنے کے بارے میں واضح رہنمائی ملتی ہے۔

بچوں کو پہلی صفوں میں کھڑا نہ کرنے سے متعلق بعض روایات اور ان پر کلام

پہلی روایت: بعض حضرات اس مسئلے میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحِبُّ أَنْ يَلِيَهُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ فِي الصَّلَاةِ لِيَأْخُذُوا عَنْهُ''، یعنی رسول اللہ ﷺ یہ پسند فرماتے تھے کہ نماز میں آپ کے قریب مہاجرین اور انصار کھڑے ہوں تاکہ وہ آپ سے (نماز کے احکام اور افعال) حاصل کریں۔ (مسند احمد: 13064، سنن ابن ماجہ: 977، المختارۃ للمقدسی: 1926، شیخ البانی نے صحیح ابن ماجہ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

اس روایت سے بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ پہلی صفوں اور خصوصاً امام کے قریب صرف بالغ اور اہلِ فہم افراد ہی کھڑے ہونے چاہییں۔ بلاشبہ یہ بات درست ہے کہ امام کے بالکل قریب یا اس کے فوراً پیچھے اہلِ علم، اہلِ عقل اور صاحبِ بصیرت افراد کا ہونا مطلوب ہے، جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ''لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى'' سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ایسے افراد امام کے افعال کو اچھی طرح سمجھ سکیں اور ضرورت پڑنے پر اس کی اقتدا یا اصلاح کا فریضہ انجام دے سکیں۔

لیکن یہ استدلال محلِ نظر ہے کہ اس بنا پر بچوں کو پہلی صفوں سے مطلقاً دور رکھا جائے یا انہیں وہاں سے ہٹا دیا جائے، کیونکہ مذکورہ روایت میں مہاجرین وانصار کو رسول اللہ ﷺ کے قریب ہونے کی پسندیدگی کا ذکر ہے، نہ کہ بچوں کو پہلی صفوں سے دور رکھنے یا انہیں وہاں سے نکالنے کا حکم۔ مزید برآں مہاجرین وانصار کے بچے بھی مہاجرین وانصار ہی میں شمار ہوتے ہیں، لہٰذا انس رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی یہ پسند ان کے حق میں بھی شامل ہوگی۔ محض کم عمری کی بنا پر انہیں مہاجرین وانصار کے اس عمومی وصف سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ کسی صحیح اور صریح روایت سے یہ ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صف میں موجود بچوں کو پیچھے ہٹانے کا حکم دیا ہو یا ان کے پہلی صفوں میں کھڑے ہونے کو ممنوع قرار دیا ہو۔ لہٰذا محض اس روایت کی بنیاد پر بچوں کو پہلی صفوں سے دور رکھنے کا حکم اخذ کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ اس روایت سے یہ فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ امام کے قریب اہلِ علم، اہلِ فہم اور صاحبِ بصیرت افراد موجود ہوں، لیکن اس سے بچوں کو پہلی صف یا اگلی صفوں میں کھڑے ہونے سے منع کرنا لازم نہیں آتا۔ واللہ اعلم۔

دوسری حدیث: اسی معنیٰ کی ایک روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے: پہلی صف میں نہ کوئی اعرابی آگے بڑھے، نہ عجمی اور نہ وہ لڑکا جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔ (سنن دارقطنی: 1074)

اس روایت میں صراحت کے ساتھ یہ بات مذکور ہے کہ نابالغ بچہ پہلی صف میں کھڑا نہ ہو۔ تاہم اس روایت سے استدلال درست نہیں، کیونکہ اس کی سند ضعیف ہے۔ اس سند میں لیث بن ابی سلیم موجود ہیں جو جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہیں۔ ان کے حافظے میں خرابی، اختلاط اور روایات میں اضطراب کی وجہ سے ان کی منفرد روایات قابلِ احتجاج نہیں سمجھی جاتیں۔ مزید برآں اس سند میں عبیداللہ بن سعید قائد الاعمش بھی موجود ہیں۔ ان کے بارے میں امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ موضوع (من گھڑت) روایات بیان کرتے تھے، جبکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے خصوصاً اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ اس لیے سند کے اعتبار سے یہ روایت سخت کمزور ہے اور قابلِ استدلال نہیں۔ اسی بنا پر ائمۂ تحقیق نے اس روایت کو ضعیف قرار

دیا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس پر کلام کرتے ہوئے اسے ضعیف شمار کیا ہے۔ (دیکھیے: السلسلۃ الضعیفۃ، رقم: 6022)

لہٰذا اس روایت سے بچوں کو پہلی صف میں کھڑے ہونے سے منع کرنا یا انہیں پہلی صفوں سے ہٹانے کا حکم ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس مسئلے میں ایسی کوئی صحیح اور صریح دلیل موجود نہیں جو اس ممانعت پر دلالت کرتی ہو۔ واللہ أعلم۔

تیسری روایت: اس سلسلے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک اثر بھی پیش کیا جاتا ہے۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی الله عنه كَانَ إِذَا رَأَى غُلَامًا فِي الصَّفِّ أَخْرَجَهُ'' یعنی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کسی بچے کو صف میں دیکھتے تو اسے وہاں سے نکال دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، ص: 413)

بعض اہلِ علم اس اثر سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر بچے پہلی صفوں میں کھڑے ہوں تو انہیں پیچھے کی صفوں میں کر دیا جائے۔ لیکن یہ استدلال محلِ نظر ہے، کیونکہ یہ روایت سنداً ثابت نہیں۔ اس اثر کی سند منقطع ہے، اس لیے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ چنانچہ ان کے اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے یہ روایت حجت نہیں بن سکتی۔

مزید برآں جب اس مسئلے میں مرفوع احادیث ہی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہوتیں، تو ایک منقطع اثر کی بنیاد پر بچوں کو پہلی صفوں سے ہٹانے یا ان کے لیے الگ صف مقرر کرنے کا حکم دینا بدرجۂ اولیٰ درست نہیں ہوگا۔ لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس غیر ثابت اثر سے استدلال کرتے ہوئے بچوں کو پہلی صفوں سے نکالنا یا ان کے لیے پچھلی صفوں کو خاص کرنا صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ أعلم۔

چوتھی روایت: راشد بن سعد رحمہ اللہ مرفوعاً نقل کرتے ہیں: ''نَهَى أَنْ تُقَامَ الصِّبْيَانُ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ'' یعنی رسول اللہ ﷺ نے بچوں کو پہلی صف میں کھڑا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (النفقۃ علی العیال لابن ابی الدنیا: 298، الجامع الصغیر للسیوطی؛ 9547) البتہ اس روایت سے استدلال درست نہیں، کیونکہ یہ مرسل روایت ہے۔ راشد بن سعد رحمہ اللہ تابعی ہیں اور انہوں نے اس روایت کو براہِ راست نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے، جبکہ درمیان میں صحابی کا واسطہ مذکور نہیں۔ محدثین کے نزدیک مرسل روایت ضعیف اقسامِ حدیث میں شمار ہوتی ہے، لہٰذا محض اس روایت کی بنیاد پر بچوں کو پہلی صفوں میں کھڑا ہونے سے منع کرنا یا انہیں وہاں سے ہٹانا درست نہیں۔ خصوصاً جبکہ اس کے مقابلے میں صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نابالغ بچے جماعت میں شریک ہوتے تھے اور بالغ افراد کے ساتھ صف میں بھی کھڑے ہوتے تھے۔ لہٰذا یہ روایت بچوں کو پہلی صف سے روکنے کے لیے قابلِ حجت نہیں ہے۔ واللہ أعلم۔

بعض تابعین، تبع تابعین اور ائمۂ سلف کے آثار

اس مسئلے میں بعض تابعین، تبع تابعین اور ائمۂ سلف سے ایسے آثار و اقوال بھی منقول ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعض اوقات بچوں کو پہلی صفوں سے پیچھے کر دیا کرتے تھے۔ چند آثار درج ذیل ہیں: (1) ابن صہیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: زر بن حبیش اور ابو وائل رحمہما اللہ جب ہمیں صف میں دیکھتے جبکہ ہم بچے ہوتے تو ہمیں صف سے نکال دیتے تھے۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ 1/413) (2) عبدالکریم بن حکیم رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے: ''أَنَّهُ كَانَ إِذَا رَأَى صَبِيًّا فِي الصَّفِّ أَخْرَجَهُ'' یعنی وہ جب کسی بچے کو صف میں دیکھتے تو اسے وہاں سے ہٹا دیتے تھے۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ 1/413) (3) محاربی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کو سنا، وہ جب کسی لڑکے کو پہلی صف میں دیکھتے تو اس سے پوچھتے: کیا تم بالغ ہو چکے ہو؟ اگر وہ کہتا: نہیں، تو آپ فرماتے: پیچھے ہو جاؤ؟۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم 7/15) (4) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام کے قریب بزرگ اور اہلِ قرآن کھڑے ہوں، جبکہ بچوں اور کم عمر لڑکوں کو پیچھے رکھا جائے اور وہ امام کے متصل نہ ہوں۔ (المغنی لابن قدامۃ، 3/57؛ وبدائع الفوائد لابن القیم، 3/81) (5) امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر بچہ سات سال کی عمر کو نہ پہنچا ہو تو اسے مسجد میں آنے سے روک دینے میں کوئی حرج نہیں، لیکن پہلی صف سے انہیں روکا جائے گا۔ البتہ سات سال کی عمر کو پہنچ جانے والے بچے کو مسجد سے نکالنا جائز نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے نماز کا حکم دیا ہے۔ (مختصر قیام اللیل، ص: 243) (6) امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے: ''ذِكْرُ إِبَاحَةِ تَأْخِيرِ الْأَحْدَاثِ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ عِنْدَ حُضُورِ أُولِي الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى'' یعنی بالغ اور اہلِ عقل افراد کی موجودگی میں کم عمر لوگوں کو پہلی صف سے پیچھے رکھنے کے جواز کا بیان۔ (7) امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ پہلی صف میں اہلِ فضیلت اور عمر رسیدہ لوگ آگے ہوں، اور امام کے قریب سب سے زیادہ کامل اور افضل لوگ کھڑے ہوں۔ (المغنی: 2/26) یہ آثار اور اقوال اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ سلف کے ایک طبقے کے نزدیک اہلِ فضل، اہلِ علم اور بزرگ افراد کو پہلی صفوں میں، خصوصاً امام کے قریب، جگہ دینا مستحب تھا اور یہ بات احادیثِ نبویہ کے بھی موافق ہے۔ تاہم بعض اہلِ علم نے اسی بنا پر یہ موقف اختیار کیا کہ بچوں کو پہلی صفوں سے پیچھے کر دیا جائے اور ان کی جگہ اصحابِ علم، اصحابِ فضل اور اہلِ بصیرت کھڑے ہوں۔ غالبًا ان کے پیشِ نظر ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی بچوں کی الگ صف والی روایت، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا قیس بن عباد رحمہ اللہ کو امام کے پیچھے سے ہٹانا، اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول اثر وغیرہ تھے۔

لیکن سابقہ بحث سے واضح ہو چکا ہے کہ ان روایات و آثار سے اس مسئلے پر استدلال محلِ نظر ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایات سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام کے بالکل پیچھے اہلِ علم و بصیرت کھڑے ہوں، نہ کہ بچوں کو پہلی صفوں سے مطلقاً ہٹا دیا جائے۔ نیز ابو مالک اشعری

رضی اللہ عنہ کی روایت ضعیف اور عمر رضی اللہ عنہ کا اثر منقطع ہے۔ لہٰذا ان آثار سے بچوں کو پہلی صفوں سے ہٹانے کے وجوب یا ان کے لیے مستقل الگ صف مقرر کرنے کا حکم ثابت نہیں ہوتا، خصوصاً جبکہ صحیح احادیث سے بچوں کا بالغوں کے ساتھ صف میں کھڑا ہونا ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔

بچوں کی صف بندی: راجح قول اور اس کے دلائل

اس مسئلہ میں راجح موقف یہ ہے کہ بچے پہلی صفوں میں کھڑے ہو سکتے ہیں اور محض کم سنی کی بنا پر انہیں صف سے کھینچ کر پیچھے کرنا درست نہیں۔ البتہ امام کے بالکل پیچھے والی جگہ پر اہلِ علم، اہلِ عقل اور اصحابِ بصیرت کو کھڑا کرنا بہتر ہے، پہلی صفوں یا اگلی صفوں سے بچوں کو ہٹانے کی کوئی صریح اور صحیح دلیل موجود نہیں ہے۔ اس راجح موقف کی تائید درج ذیل وجوہات کی بنا پر ہوتی ہے:

(1) عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب میری قوم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے واپس آئی تو انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہاری امامت وہ شخص کرے جو تم میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والا ہو۔“ چنانچہ لوگوں نے مجھے آگے کیا، مجھے رکوع و سجود سکھایا گیا اور میں ان کی امامت کیا کرتا تھا۔ (صحیح بخاری: 4302، سنن ابوداود: 585، سنن نسائی: 767)

امام ابن باز رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر بچہ سات سال یا اس سے زیادہ عمر کا ہو اور نماز اچھی طرح ادا کرنا جانتا ہو تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے اس کے جواز پر دلالت کرنے والی دلیل ثابت ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ جماعت میں سب سے زیادہ اچھا قرآن پڑھنے والے شخص کو امام بنایا جائے۔ اگر قراء ت میں سب برابر ہوں تو جو سنت کا زیادہ علم رکھنے والا ہو، پھر اگر اس میں بھی برابر ہوں تو جو ہجرت میں مقدم ہو، اور اگر اس میں بھی برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو، جیسا کہ یہ ترتیب نبی کریم ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے۔ (مجموع فتاوی ابن باز 30/166، نیز دیکھیے: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ 7/389)

امام ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: بچے کی امامت اس شخص کے لیے صحیح ہے جو عمر میں اس سے بڑا ہو۔ البتہ اگر وہ بڑا شخص بالغ ہو تو فقہ حنبلی کے مشہور قول کے مطابق فرض نماز میں بچے کی امامت اس کے لیے صحیح نہیں ہوتی۔ لیکن صحیح اور راجح موقف یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور بچے کی امامت فرض اور نفل دونوں نمازوں میں درست ہے، اور اس کی دلیل عمرو بن سلمہ جرمی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ (فتاوی ورسائل ابن عثیمین 15/81)

چنانچہ جب ایک سمجھ دار اور سنِ تمیز کو پہنچا ہوا بچہ لوگوں کی امامت کر سکتا ہے، حالانکہ امامت کا منصب مقتدی بننے سے کہیں زیادہ اہم اور ذمہ داری والا ہے، تو محض کم عمری کی بنا پر اسے پہلی صفوں میں کھڑے ہونے سے روکنے کی کوئی واضح دلیل نہیں بنتی۔ لہٰذا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اس بات کی تائید کرتی ہے کہ جب ایک بچہ امامت کا اہل ہو سکتا ہے تو وہ پہلی صفوں میں کھڑے ہونے کا بھی اہل ہے، خصوصاً جبکہ شریعت میں اس سے ممانعت کی کوئی صحیح اور صریح دلیل موجود نہیں۔

(2) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ“ یعنی کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھے۔ (صحیح بخاری: 6269، صحیح مسلم: 2177)

اس حدیث میں عام مجالس کے بارے میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جو شخص پہلے آ کر کسی جگہ بیٹھ جائے، بعد میں آنے والے کے لیے اسے اس کی جگہ سے ہٹا کر خود وہاں بیٹھنا جائز نہیں۔ جب عام مجالس میں یہ حکم ہے تو مسجد اور نماز کی صفوں میں، جہاں سبقت کی فضیلت نصوصِ شرعیہ سے ثابت ہے، یہ حکم بدرجۂ اولیٰ لاگو ہوگا۔ لہٰذا اگر کوئی بچہ پہلے آ کر صف میں کھڑا ہو گیا ہو تو محض اس کی کم عمری کی وجہ سے اسے ہٹا کر اس کی جگہ کسی دوسرے شخص کا کھڑا ہو جانا محلِ نظر ہے، بلکہ بظاہر یہ مذکورہ حدیث کے عموم کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم۔ البتہ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے لکھا ہے: اس حکم سے بچے کو مستثنیٰ کیا جائے گا۔ چنانچہ اگر کوئی بچہ صف میں کھڑا ہو اور کوئی بڑا آدمی آئے تو اسے پیچھے کر سکتا ہے اور خود اس کی جگہ کھڑا ہو سکتا ہے، جیسا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے قیس بن عباد کے ساتھ کیا تھا۔ سفیان ثوری اور امام احمد رحمہما اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (فتح الباری لابن رجب 8/210)

تاہم ابن رجب رحمہ اللہ کا یہ اطلاق محلِ نظر معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے قیس بن عباد رحمہ اللہ کو مطلقاً پہلی صف سے نہیں ہٹایا تھا، بلکہ انہیں امام کے بالکل پیچھے والی جگہ سے ہٹایا تھا اور خود وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا اس واقعے سے زیادہ سے زیادہ یہی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ امام کے فوراً پیچھے اہلِ علم و بصیرت کو کھڑا ہونا چاہیے، نہ کہ ہر بچے کو مطلقاً پہلی صف سے ہٹا دینا جائز ہے۔ اس لیے اس واقعے کو بچوں کو پہلی صفوں سے مطلقاً ہٹانے کی دلیل بنانا درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(3) اصولِ سبقت اور پہلی صف میں بچے کا حق

ایک معروف اصولی قاعدہ ہے: ”مَن سَبَقَ إلى مُباحٍ فهو أحَقُّ به“ یعنی جو شخص کسی مباح اور مشترک چیز تک دوسروں سے پہلے پہنچ جائے، وہ اس کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ (دیکھیے: الکواکب الدراری للکرمانی 6/26، اللامع الصبیح للبرماوی 4/287)

یہی مفہوم دیگر الفاظ میں بھی منقول ہے: ”كُلُّ مَن سَبَقَ إلى مَوضِعٍ مُباحٍ فهو أحَقُّ به“ یعنی ہر وہ شخص جو کسی مباح جگہ پر دوسروں سے پہلے پہنچ جائے، وہ اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔ (دیکھیے: المبسوط للسرخسی 23/164)

نیز بایں الفاظ بھی منقول ہے: ”مَن سَبَقَت يَدُه إلى شَيءٍ مِنَ المُباحاتِ فقد مَلَكَهُ“ یعنی جو شخص مباح اشیاء میں سے کسی چیز پر پہلے قبضہ کر لے، وہ اس کا مستحق اور حق دار ہو جاتا ہے۔ (دیکھیے: عمدۃ القاری للعینی 12/217)

امام خطابی رحمہ اللہ نے بھی اسی مفہوم کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: ”مَن سَبَقَ إلى شَيءٍ وأحرَزَه كان أحَقَّ به“ یعنی جو شخص کسی چیز تک پہلے پہنچ جائے اور اسے اپنے قبضے

میں لے لے، وہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔(دیکھیے: أعلام الحدیث للخطابی 2/1165)

یہ اصولی قاعدہ محض فقہاء کا استنباط نہیں بلکہ شرعی نصوص سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت میں پانی کے حقِ استعمال کے متعلق نبی ﷺ کا فیصلہ مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں: ایک انصاری شخص کا زبیر رضی اللہ عنہ سے حرّہ کے ان پانی کے نالوں کے بارے میں جھگڑا ہو گیا جن کے ذریعے کھجوروں کے باغات کو سیراب کیا جاتا تھا۔ انصاری نے کہا: ''پانی چھوڑ دیجیے تاکہ آگے گزر جائے۔'' لیکن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ چنانچہ دونوں اپنا مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے زبیر! پہلے تم اپنی زمین کو پانی دو، پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو۔'' اس پر انصاری شخص ناراض ہو گیا اور کہنے لگا: ''اس لیے کہ وہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے؟'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے زبیر! تم اپنی زمین کو پانی دو، پھر پانی کو روکے رکھو یہاں تک کہ وہ منڈیر (کھیت کی حد بندی) تک پہنچ جائے، پھر اسے چھوڑو۔'' زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ کی قسم! میرا گمان ہے کہ یہی واقعہ اس آیت کے نزول کا سبب بنا: ''فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ'' (النساء:65) یعنی پس نہیں، آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔[صحیح بخاری: 2359، 2708، 4585، صحیح مسلم: 2357]

وجہِ استدلال: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بہنے والا پانی اصل کے اعتبار سے مباح اور مشترک حق ہے، لہٰذا جو شخص اس تک پہلے پہنچے وہ اس کے استعمال کا زیادہ حق دار ہوتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے کوئی شخص کسی مباح جگہ پر پہلے پہنچ جائے تو وہ اس کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ البتہ اسے یہ حق حاصل نہیں کہ دوسروں کو ضرر پہنچانے یا محض تعنت کی غرض سے ان کے حقوق روک دے۔ اسی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ نے بالائی زمین والے کے حقِ تقدیم کا فیصلہ فرمایا۔(دیکھیے: امام سرخسی کی کتاب المبسوط 23/164)

اسی طرح جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مَنْ أَحيا أَرضًا مَيتةً فهيَ له'' یعنی جو شخص مردہ (غیر آباد) زمین کو آباد کر لے، وہ اسی کی ہو جائے گی۔(اس روایت کو امام بخاری نے حدیث نمبر: 2335 سے قبل اسے بصیغۂ تضعیف معلقاً ذکر کیا ہے، جبکہ امام ترمذی: 1379 اور امام احمد: 14636 نے اسے متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس حدیث کو امام ابن دقیق العید نے الاقتراح (ص 96) میں، امام ابن الملقن نے البدر المنیر (7/57) میں، امام عینی نے عمدۃ القاری (12/246) میں، اور علامہ البانی نے صحیح سنن الترمذی (1379) میں صحیح قرار دیا ہے۔)

وجہِ استدلال: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص کسی ایسی بے آباد زمین کو سب سے پہلے آباد کرے جس میں کسی دوسرے کا حق ثابت نہ ہو، وہ اس کا زیادہ حق دار بن جاتا ہے۔ آباد کرنے کی صورتیں پانی پہنچانا، کاشت کرنا، درخت لگانا، تعمیر کرنا یا زمین کو گھیر لینا وغیرہ ہیں۔(دیکھیے: المغنی از ابن قدامہ 8/152، اور الفقہ الاسلامی وأدلتہ از ڈاکٹر وہبہ زحیلی 6/4616) اگرچہ اس معنیٰ میں اسمر بن مضرس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بھی منقول ہے: ''مَنْ سَبَقَ إِلَى مَاءٍ لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهُ'' یعنی جو شخص کسی ایسے پانی کے منبع تک پہلے پہنچ جائے جہاں اس سے پہلے کوئی مسلمان نہ پہنچا ہو تو وہ اس کا حق دار ہے۔(اسے امام ابوداود: 3071، امام طبرانی نے المعجم الکبیر 1/280، رقم: 814 میں، اور امام ابونعیم نے معرفۃ الصحابۃ: 1070 میں قریب المعنی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو إرواء الغلیل (1553) میں ضعیف قرار دیا ہے، ضعیف الجامع (5622) میں بھی اسے ضعیف کہا ہے، جبکہ التعلیقات الرضیۃ (2/457) میں فرمایا کہ اس میں مجہول راوی موجود ہیں۔)

بہر حال مذکورہ اصول اور اس کے شرعی شواہد سے واضح ہوتا ہے کہ پہلی صف مسجد کے نمازیوں کے لیے ایک مشترک اور مباح حق ہے۔ چنانچہ جب کوئی سمجھ دار بچہ پہلی صف میں آ کر کھڑا ہو جاتا ہے تو وہ اس مشترک حق کی طرف دوسروں سے پہلے سبقت حاصل کر لیتا ہے، اور اس جگہ کے ساتھ کسی دوسرے شخص کا کوئی سابق حق وابستہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ اس مقام کا دوسروں کی نسبت زیادہ حق دار قرار پاتا ہے۔ اس بنا پر محض کم عمری کی وجہ سے ایسے بچے کو پہلی صف سے ہٹا دینا اور پیچھے بھیج دینا اس اصولِ شرعی کے خلاف معلوم ہوتا ہے، الا یہ کہ کوئی مستقل اور صریح دلیل اس کے برخلاف موجود ہو۔ لہٰذا راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو بچہ سنِ شعور کو پہنچ چکا ہو اور پہلی صف میں پہلے آ کر کھڑا ہو جائے، اسے وہاں سے ہٹانا درست نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(4) پہلی صف سے ہٹانا ان کے دلوں میں مسجد سے بے رغبتی پیدا کر سکتا ہے:

یہ مسئلہ محض ایک فقہی بحث نہیں بلکہ اس کے ساتھ ایک اہم تربیتی اور نفسیاتی پہلو بھی وابستہ ہے، جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ذرا ایک ایسے بچے کا تصور کیجیے جو شوق و محبت کے ساتھ مسجد میں جلدی پہنچتا ہے، پہلی صف میں جگہ حاصل کرتا ہے اور اس امید کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے کہ اسے نماز کی فضیلت اور قربِ امام کا شرف حاصل ہوگا۔ پھر بعد میں آنے والا کوئی شخص محض اس کی کم عمری کی وجہ سے اسے وہاں سے ہٹا کر خود اس کی جگہ کھڑا ہو جائے۔ کیا اس صورتِ حال سے بچے کے دل میں ناگواری اور انقباض پیدا نہیں ہوگا؟ اور کیا اس کے نتیجے میں مسجد سے اس کی رغبت متاثر نہیں ہو سکتی؟

قیس بن عباد رحمہ اللہ کے واقعہ سے بھی اس نفسیاتی اثر کا اندازہ ہوتا ہے۔ جب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے انہیں امام کے پیچھے سے الگ کیا تو ان کے دل میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہوئی، البتہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بعد میں حکمت بھرے کلمات کے ذریعے ان کی دلجوئی فرمائی اور اس اشکال کو دور کر دیا۔ لیکن ہر شخص سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ بچوں کے ساتھ ایسی شفقت، حکمت اور حسنِ معاملہ کا مظاہرہ کرے گا۔

اگر پہلی صفوں میں بچوں کے کھڑے ہونے کو ممنوع قرار دے دیا جائے تو اس کا

عملی نتیجہ یہ ہوگا کہ جو بھی شخص بعد میں آئے گا، وہ پہلے سے موجود بچوں کو ہٹا کر خود آگے کھڑا ہونے کی کوشش کرے گا۔ جبکہ موجودہ دور میں اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ ہر شخص بچوں کی دلجوئی بھی کرے گا۔ اس طرح اندیشہ ہے کہ بچے کے دل میں مسجد، نماز اور بعض نمازیوں کے بارے میں منفی تاثر پیدا ہو جائے، جو یقیناً ایک نامطلوب نتیجہ ہے۔ اسی حقیقت کی طرف شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: راجح اور زیادہ درست بات یہ ہے کہ اگر بچے پہلے آ کر صفوں میں جگہ حاصل کر لیں تو انہیں پیچھے کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ اگر وہ پہلی یا دوسری صف میں دوسروں سے پہلے پہنچ چکے ہوں تو بعد میں آنے والے کو یہ حق حاصل نہیں کہ انہیں ان کی جگہ سے ہٹائے؛ کیونکہ وہ ایک ایسے حق کی طرف سبقت لے جا چکے ہیں جس میں کوئی دوسرا ان سے پہلے نہیں پہنچا۔ مزید برآں اس سلسلے میں وارد عمومی احادیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ نیز انہیں پیچھے کرنے میں نماز اور اس کی طرف سبقت حاصل کرنے کے جذبے سے متنفر کرنے کا پہلو پایا جاتا ہے، اور ایسی بات مناسب نہیں۔ (مجموع فتاویٰ ابن باز: 12/400)

اسی مفہوم کو مزید وضاحت کے ساتھ شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے بیان فرمایا: اگر یہ کہا جائے کہ بچوں کو افضل جگہوں سے ہٹا کر ایک الگ جگہ کھڑا کیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ آپس میں کھیلنے لگیں گے؛ کیونکہ وہ ایک مستقل صف کی صورت میں جمع ہو جائیں گے۔ پھر ایک اور اشکال یہ ہے کہ اگر جماعت قائم ہو جانے کے بعد مرد آئیں تو کیا نماز کی حالت میں بچوں کو پیچھے کیا جائے گا؟ اور اگر انہیں اپنی جگہ برقرار رہنے دیا جائے تو وہ اپنے پیچھے کھڑے مردوں کے لیے تشویش کا باعث بن سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ بچوں کو پہلی صف سے ہٹانے میں دو بڑے مفاسد ہیں: پہلا مفسدہ: بچے کے دل میں مسجد سے نفرت اور بے رغبتی پیدا ہونا؛ کیونکہ بچہ اگرچہ عمر میں چھوٹا ہوتا ہے، لیکن اس کے ساتھ پیش آنے والے واقعات اس کے ذہن پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔ دوسرا مفسدہ: اس شخص کے بارے میں نفرت اور ناگواری پیدا ہونا جس نے اسے صف سے ہٹایا ہو۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ بچوں کو ان کی جگہوں سے ہٹانے کا قول کمزور ہے۔ (الشرح الممتع: 3/321)

یہی وجہ ہے کہ اس مسئلے میں صرف ظاہری ترتیبِ صفوف کو دیکھنا کافی نہیں، بلکہ شریعت کے تربیتی مقاصد، بچوں کی نفسیات اور ان کے دلوں میں مسجد کی محبت راسخ کرنے کے تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ جب کوئی سمجھ دار بچہ شوقِ عبادت کے تحت پہلی صف میں جگہ حاصل کر لے تو محض کم عمری کی بنا پر اسے وہاں سے ہٹا دینا نہ دلائلِ شرعیہ سے واضح طور پر ثابت ہے اور نہ ہی تربیتی حکمت اس کی تائید کرتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(5) اسلافِ امت اور علمائے محققین کی تصریحات:

یہ موقف کہ اگر بچے صفِ اول یا دیگر ابتدائی صفوں میں پہلے آ کر جگہ حاصل کر لیں تو انہیں وہاں سے ہٹایا نہیں جائے گا، کوئی نیا یا منفرد نقطۂ نظر نہیں، بلکہ اسلافِ امت اور محقق علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک بچوں کو محض کم عمری کی بنا پر ان کی جگہ سے ہٹانا نہ شرعی دلائل سے ثابت ہے اور نہ ہی تربیتی حکمت اس کی تائید کرتی ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب بچے بالغوں سے پہلے صفِ اول میں پہنچ جائیں تو بالغوں کے لیے انہیں وہاں سے نکالنا جائز نہیں۔ (الفتاویٰ الفقہیۃ الکبریٰ 1/229) اسی طرح علامہ مرداوی رحمہ اللہ نے مجد الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مختار مذہب نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: مجد الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ بچے کو اس جگہ سے پیچھے نہ کیا جائے جس پر وہ پہلے پہنچ چکا ہو۔ پھر علامہ مرداویؒ فرماتے ہیں: یہی درست اور راجح بات ہے۔ (الانصاف 2/41)

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ اس مسئلے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بچوں کا صف میں کھڑا ہونا جائز ہے، خواہ وہ صف کے درمیان ہی کیوں نہ ہوں؛ کیونکہ وہ انسان ہیں، پتھر یا ستون نہیں کہ ان کی موجودگی سے صف منقطع ہو جائے۔ لہٰذا ان کے کھڑے ہونے سے صف نہیں ٹوٹتی۔ اسی طرح کسی شخص کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ انہیں ان کی جگہ سے ہٹائے، حتیٰ کہ اگر وہ امام کے بالکل پیچھے پہلی صف میں کھڑے ہوں تب بھی کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ انہیں وہاں سے ہٹائے۔ (الشرح الممتع 3/4)

اسی موقف کی تائید شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی کی ہے۔ وہ بچوں کو مردوں سے الگ صفوں میں کھڑا کرنے کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بچوں کو مردوں کے پیچھے کھڑا کرنے کے بارے میں مجھے اس حدیث کے علاوہ کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال کیا جا سکے، اور یہ حدیث بھی حجت کے درجے کو نہیں پہنچتی۔ لہٰذا جب صف میں گنجائش ہو تو بچوں کا مردوں کے ساتھ کھڑا ہونے میں میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ نیز رسول اللہ ﷺ کے پیچھے انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ یتیم بچے کا نماز پڑھنا اس مسئلے میں واضح دلیل ہے۔ (تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ، ص: 284)

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ متعدد محققین اور ائمہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ اگر بچے مسجد میں پہلے آ کر صفوں میں جگہ حاصل کر لیں تو انہیں وہاں سے ہٹایا نہ جائے، بلکہ ان کے حقِ سبقت کا احترام کیا جائے۔ خصوصاً جب اس بارے میں کوئی صریح اور صحیح ممانعت ثابت نہیں، جبکہ انہیں پیچھے کرنے میں ان کے دلوں میں مسجد، نماز اور اہلِ مسجد سے نفرت یا بے رغبتی پیدا ہونے کا اندیشہ موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے اہلِ علم نے بچوں کو ان کی حاصل کردہ جگہ پر برقرار رکھنے کو شریعت کے مزاج، عدل اور تربیتی حکمت کے زیادہ قریب قرار دیا ہے۔

☆☆☆

جماعتی خبریں

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے موقر رکن مجلس عاملہ، جمعیت ابنائے سلفیہ دربھنگہ کے سکریٹری اور القلم انگلش اسکول ممبئی کے ڈائریکٹر مولانا منظر احسن سلفی صاحب کو صدمہ: یہ خبرنہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے موقر رکن مجلس عاملہ، جمعیت ابنائے سلفیہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کے سکریٹری اور القلم انگلش اسکول ممبئی کے ڈائریکٹر ودیگر دینی وتعلیمی اداروں کے ذمہ داراعلی ورکن مولانا منظر احسن سلفی صاحب کے بڑے برادرنسبتی جناب قمرالہدیٰ صاحب کا13 مئی کوممبئی میں بعمر تقریبا 5 6/سال طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جناب قمرالہدیٰ صاحب نہایت شریف،خلیق وملنساراورمہمان نواز ، تھے، آبائی وطن کٹھیلا مدھوبنی بہار تھا اور تقریباً 20/سالوں سے کوسہ ممبرا میں مقیم تھے۔کڈنی کے مریض تھےاوردوسالوں سے ڈائلیسس پر تھے۔پسماندگان میں اہلیہ ،چارلڑکےاورتین لڑکیاں ہیں۔ ان کے جنازہ کی نمازاسی دن بعدنمازمغرب کوسہ ممبراکےایم اے ویلی قبرستان میں اداکی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ،جنت الفردوس کامکین بنائے ,پسماندگان ومتعلقین کوصبروسلوان عطا فرمائے۔آمین۔(شریک غم ودعاگو:اصغرعلی امام مہدی سلفی،امیرمرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق رکن شوری، ملک کی معروف دینی دانشگاہ جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی اور مولانا آزاد ہائی اسکول مومن پورہ ممبئی کے صدر، دیگر دینی و عصری اداروں کے ذمہ دار اعلی اور جماعت کے بزرگ عالم دین اور معروف خطیب قاری نجم الحسن فیضی صاحب کی اہلیہ محترمہ کا انتقال پُرملال: یہ خبرنہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق رکن شوری، ملک کی معروف دینی دانشگاہ جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی اورمولانا آزاد ہائی اسکول مومن پورہ ممبئی کےصدر، دیگر دینی وعصری اداروں کے ذمہ داراعلی اور جماعت کے بزرگ عالم دین اورمعروف خطیب قاری نجم الحسن فیضی صاحب کی اہلیہ محترمہ کا آج صبح تقریبا ساڑھےسات بجےبعمر تقریبا74/سال انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ نیک،خلیق وملنساراور پابندصوم وصلوٰۃ خاتون تھیں۔وہ اپنے نامورشوہر کے دینی وتعلیمی اور دعوتی کاموں میں معاون رہیں اور انہوں نے اپنے بچوں کی بہترین دینی تعلیم وتربیت کی۔جوان کے لیےصدقہ جاریہ ہیں۔ان شاءاللہ پسماندگان میں شوہرقاری نجم الحسن فیضی صاحب کے علاوہ ایک صاحبزادے حافظ حبیب اللہ صاحب اور تین معلّمہ صاحب زادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسےنواسیاں ہیں۔صلاۃ جنازہ اسی دن 20/جولائی 2026 بعدنمازعشاء جامع مسجداہل حدیث مومن پورہ ممبئی میں اداکی گئی۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے،جنت الفردوس کی مکین بنائے,پسماندگان ومتعلقین خصوصا قاری صاحب کوصبرجمیل کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین۔(شریک غم ودعاگو: اصغرعلی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

خصوصی دعائے صحت کی اہم اپیل: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مؤقر رکن مجلس عاملہ جناب الحاج وکیل احمد صاحب،نئی بازار، بھدوہی کافی علیل ہیں۔ان کا کولھا اتر گیا ہےاور گھٹنے کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔احباب اورعوام وخواص سےخصوصی دعاؤں کی پرخلوص اپیل ہے۔اللہ تعالیٰ حاجی صاحب کو شفائے کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔آمین(اپیل کنندہ ودعاگو: اصغرعلی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے شعبہ دعوت وارشاد کے معاون انور عبد القیوم انصاری صاحب کا انتقال پُرملال: یہ خبرنہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کےشعبہ دعوت وارشاد کےمعاون جناب انورعبدالقیوم انصاری صاحب کا گزشتہ شب تقریبا ساڑھے بارہ بجے بعمر تقریبا 53/سال طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔مرحوم متشرع،خلیق وملنساراور جماعتی غیرت سے سرشار تھے۔دینی کتب کا مطالعہ وسیع تھا۔خواتین میں دعوت واصلاح کے لیےفکرمند رہتے تھے۔دہلی میں ٹورز اینڈ ٹراویلز کا بزنس تھا۔سرطان کے مہلک مرض میں مبتلا تھے۔ممبئی سے لے کر دہلی تک کافی علاج ومعالجہ ہوا،لیکن افاقہ نہیں ہوا۔چند مہینے قبل آبائی وطن ڈمریا گنج سدھارت نگر چلے گئے تھے۔ممبئی میں ان کے علاج کے دوران ان کی مہلک بیماری کی خبرسنی اورناچیزان کی عیادت کوپہنچا توان کی بیماری کی حالت دیکھ کر جہاں حد درجہ رنج وافسوس ہوا وہاں ان کے دعوت دین سے شغف اور جماعت وجمعیت سے محبت کا مشاہدہ کرکے انتہائی قلبی مسرت ہوئی۔اللہ تعالی اسے ان کے میزان حسنات میں رکھے۔آمین۔پسماندگان میں والدہ ماجدہ، اہلیہ ایک لڑکا، تین لڑکیاں، چار بھائی اورتین بہنیں ہیں۔ان کے جنازہ کی نماز بتاریخ2/اگست 2026ءدس بجےصبح آبائی وطن ڈمریاگنج میں اداکی گئی۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے،لغزشوں سےدرگزرکرے،جنت الفردوس کامکین بنائے،پسماندگان ومتعلقین کوصبروسلوان عطافرمائے۔آمین۔(شریک غم ودعا گو:اصغرعلی امام مہدی سلفی،امیرمرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کے امیر مولانا شمیم اختر ندوی صاحب کو صدمہ: یہ خبر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کے امیر مولانا شمیم اختر ندوی صاحب کے جواں سال برادر نسبتی عزیزم حافظ ربیع الاسلام کا گزشتہ تین بجے شب آر جیکل میڈیکل کالج کولکاتہ میں بعمر تقریبا32 /سال دوران علاج انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون ۔عزیزم حافظ ربیع الاسلام نہایت شریف، خلیق وملنسار اور نیک نوجوان تھے۔متعدداداروں کے شعبہ تحفیظ القرآن میں تدریسی خدمت انجام دی۔اللہ تعالی اسے ان کے میزان حسنات میں رکھے۔آمین۔پسماندگان میں اہلیہ ،ایک پانچ سال کالڑکا اور والدین اور بھائی صدّام وغیرہ ہیں۔ان کے جنازہ کی نماز اسی دن بتاریخ 3/اگست 2026ء بوقت پانچ بجے شام آبائی وطن بالشا باغ، مالدہ،مغربی بنگال میں ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ،جنت الفردوس کا مکین بنائے ،پسماندگان و متعلقین کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔آمین۔ (شریک غم ودعا گو:اصغرعلی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

صوبائی جمعیت اہل حدیث تمل ناڈو و پانڈ یچیری کا انتخاب جدید - (1448 - 2026)

بمقام اہل حدیث مرکز جمالیہ، چنئی میں بروز اتوار بتاریخ 28 جون 2026ء کو صوبائی جمعیت اہل حدیث تمل ناڈو اور پانڈیچیری کے نئے انتخابات منعقد ہوئے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، دہلی کی جانب سے دو مشاہدین محترم تشریف لائے:

1-شیخ طہٰ سعید خالد عمری مدنی حفظہ اللہ

2-حافظ عبدالقیوم صاحب، نائب امیر، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، دہلی

انتخابی عمل کی شفافیت کے لیے درج ذیل تین رکنی انتخابی بورڈ تشکیل دیا گیا:

1-الشیخ الدکتور الیاس اعظمی عمری مدنی حفظہ اللہ

2-جناب الطاف احمد عرف غیاث

3-مولوی عبدالرحیم صاحب عمری اوٹی

اللہ کے فضل و کرم سے آئندہ پانچ (5) سالہ مدت کار کے لیے درج ذیل حضرات منتخب ہوئے: امیر شیخ انیس الرحمٰن اعظمی عمری مدنی حفظہ اللہ

ناظم: مولوی عبدالعلیم عمری صاحب (سکریٹری)

ناظم مالیات: ڈاکٹر حمید اللہ جیلانی صاحب (خزانچی)

نائب امیر: حافظ عبدالواحد عمری مدنی حفظہ اللہ (نائب امیر اول)، شیخ اسد اللہ عمری مدنی حفظہ اللہ (نائب امیر دوم) برادر محمد طہٰ (پانڈیچری) (نائب امیر سوم)

نائب ناظم اول: مولوی عبدالوہاب عمری صاحب، نائب ناظم دوم: ریٹائرڈ ڈی ایس پی آئی نذیر احمد صاحب، نائب ناظم سوم: ایم اے فہیم صاحب

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ان تمام منتخب حضرات کو دینِ اسلام کی سربلندی، اخلاص، اتفاق، اور محبت کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ان کے کام بھی لے آمین۔ (عبدالعلیم عمری، ناظم اعلی صوبائی جمعیت اہل حدیث تمل ناڈو اور پانڈیچیری)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کارکن مولانا محمد احمد سلفی صاحب کو صدمہ:

یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کارکن مولانا محمد احمد سلفی صاحب کے خسر محترم جناب عبدالباری بن محمد منیر صاحب ساکن اٹوا، سدھارت نگر یوپی کا آج صبح ساڑھے نو بجے بعمر تقریبا65 /سال انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جناب عبد الباری صاحب نہایت شریف، خلیق وملنسار، پابند صوم وصلوٰۃ، صاحب کردار اور مہمان نواز، تھے۔اپنی دینی وسماجی اور سیاسی خدمات کی وجہ سے علاقہ میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔اپنے اور اپنے عزیزوں سے متعلق تقریبات شادی اور نکاح کے لئے خصوصی طور پر اصرار فرماتے تھے۔ جمعیت و جماعت کے کاز سے کافی دلچسپی رکھتے تھے۔اور راقم سے بھی بڑے احترام سے پیش آتے تھے۔پسماندگان میں اہلیہ، چھ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔

ان کے جنازہ کی نماز آج ہی بعد نماز عشاء (نو بجے شب) آبائی وطن اٹوا سدھارت نگر، یوپی میں ادا کی گئی۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، پسماندگان و متعلقین کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔آمین۔(شریک غم ودعا گو:اصغرعلی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق رکن شوری اور معروف دینی دانشگاہ جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کے سابق شیخ الجامعہ مؤقر عالم دین ڈاکٹر فضل الرحمن مدنی رحمہ اللہ کے جواں سال منجھلے صاحبزادے عزیزم احمد فضل الرحمن محمدی کا انتقال پُرملال: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق رکن شوری اور معروف دینی دانشگاہ جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کے سابق شیخ الجامعہ مؤقر عالم دین ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی رحمہ اللہ کے جواں سال منجھلے صاحبزادے عزیزم احمد فضل الرحمٰن محمدی کا گزشتہ شب تقریبا ساڑھے بارہ بجے بعمر تقریبا42 /سال طویل علالت کے بعد آبائی وطن شنکر نگر، بلرام پور، یوپی میں انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

آسام میں بارش اور سیلاب کی قہرسامانی سے متاثرین کی امداد قومی وانسانی فریضہ/ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

دہلی: 31/ جولائی 2026

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے آسام کے مختلف اضلاع میں آئے بھیانک سیلاب پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے مہلوکین کے ورثاء سے اظہار تعزیت اور متاثرین کے ساتھ اظہار ہمدردی کی ہے اور اسے عظیم قدرتی آفت قرار دیا ہے جس میں بڑے پیمانے پر جان و مال، مویشی، کھیتی باڑی حتی کہ گھربار تباہ وبرباد ہوئے ہیں۔

امیر محترم نے اپنے بیان میں اہل وطن سے اپیل کی ہے کہ مصیبت کی اس گھڑی میں متاثرین کی ریلیف اور بازآبادکاری کے لیے آگے آئیں، کیونکہ یہ ایک بڑا قومی اور انسانی فریضہ ہے۔

مولانا سلفی نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ اس طرح کے قدرتی آفات ہم انسانوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ اپنے پالنہار سے لو لگائیں، ابنائے وطن کے حقوق ادا کریں، غلطیوں کی اصلاح کریں اور ملک وملت کی تعمیر میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ اللہ تعالی ملک وملت کو ہر طرح کی آفات وبلیات سے محفوظ رکھے۔ آمین

صوبائی جمعیت اہل حدیث مدھیہ پردیش کے سابق ناظم اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق نائب ناظم برائے تنظیم، معروف دینی وملی اور ادبی شخصیت اور کہنہ مشق شاعر مولانا عبید الرحمٰن وفا صدیقی کا انتقال قومی وملی خسارہ/ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

دہلی: 31/ جولائی 2026ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے صوبائی جمعیت اہل حدیث مدھیہ پردیش کے سابق ناظم اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق نائب ناظم برائے تنظیم، معروف دینی ملی و ادبی شخصیت اور کہنہ مشق شاعر مولانا عبید الرحمٰن وفا صدیقی صاحب کے سانحۂ ارتحال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو ملک وملت اور جماعت کا بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ مولانا وفا صدیقی صاحب نہایت شریف، خلیق وملنسار، مہمان نواز اور قومی وملی اور جماعتی جذبے سے سرشار تھے۔ آپ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے رکن تاسیسی، آل انڈیا ملی کونسل کے رکن مجلس عاملہ اور کئی دیگر اداروں کے رکن وذمہ دار رہے۔ آپ کا آبائی وطن آگرہ تھا لیکن بھوپال میں اپنے خاندان کے ساتھ مستقل اقامت اختیار کرلی تھی۔ آپ کا شمار بھوپال کے معززین میں ہوتا تھا۔ ملی حلقوں میں بھی کافی مقبول تھے۔ آپ کہنہ مشق شاعر اور ادیب تھے۔ افسوس کہ بتاریخ 31/ جولائی 2026 بوقت تقریبا دس بجے صبح بعمر تقریبا 90/ سال طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی شاعری کے چار مجموعے "تار پیرہن"، "نقش وفا"، "تابندہ نقش" اور "سارے جہاں سے اچھا" شائع ہوئے۔ بنیادی طور پر آپ غزل کے شاعر تھے، البتہ نظمیں بھی لکھتے تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کئی آل انڈیا کانفرنسوں میں آپ نے خوبصورت نظمیں پیش کیں۔ مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، علامہ اقبال اکیڈمی، کہکشان ادب وغیرہ اداروں نے آپ کی ادبی خدمات کے اعتراف میں اعزازات سے نوازا تھا۔ آپ لاولد تھے۔ اہلیہ کا کئی سال قبل انتقال ہوگیا تھا۔ پسماندگان میں ایک بھائی جناب عزیز الرحمٰن صدیقی صاحب، دو بہنیں اور متعدد بھتیجے بھتیجیاں اور بھانجے بھانجیاں ہیں۔ پریس ریلیز کے مطابق ان کے جنازہ کی نماز اسی دن بعد نماز عصر (4:15 بجے شام) جامع مسجد اہل حدیث، نیو کباڑ خانہ، بھوپال میں ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے، دینی وملی خدمات کو شرف قبول بخشے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دیگر ذمہ داران و کارکنان نے بھی مولانا کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا اعلیٰ سطحی راحتی وفد صوبائی جمعیت اہل حدیث آسام کے ساتھ آسام کے سیلاب متاثرہ علاقوں میں

7/ اگست 2026

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا اعلیٰ سطحی راحتی وفد زیر قیادت امیر محترم مولانا اصغر

علی امام مہدی سلفی وناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی آسام کے دورہ پر ہے۔ یہ جانکاری مرکزی جمعیت اہل حدیث سے ذرائع ابلاغ کے نام جاری ایک بیان میں دی گئی۔

پریس ریلیز کے مطابق گزشتہ کل بتاریخ 6/ اگست 2026 مرکزی اعلیٰ سطحی راحتی وفد نے صوبائی جمعیت اہل حدیث آسام کے امیر مولانا حفظ الرحمٰن مدنی صاحب کی رہنمائی اور مولانا عبدالحکیم، نائب ناظم صوبائی جمعیت عبدالوہاب، خازن صوبائی جمعیت مولانا عبدالغفور، امیر ضلعی جمعیت چرانگ شیر علی خان، نائب امیر کامروپ مولانا مفیدالاسلام اور نائب ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث گوال پاڑہ، الف علی درنگ وغیرہ کی معیت میں آسام کے سیلاب متاثرہ اضلاع میں سے سب ساگر ضلع کے مختلف مقامات مثلاً ڈھیلا پاڑہ، نیپالی کوٹھے، بیت پاری، ماضی گاؤں وغیرہ کا دورہ کیا اور وہاں کے حالات کا جائزہ لیا، متاثرین کی پرسش احوال کی اور چونکہ بعض جگہیں پوری طرح تباہ وبرباد ہوگئی ہیں، لوگوں کا سب کچھ سیلاب میں بہہ گیا ہے حتیٰ کہ کھانا پکانے اور کھانے پینے کے لیے برتنوں کی اشد ضرورت ہے، اس لیے مرکزی راحتی وفد نے متاثرین کے مابین گیس چولہا، دیگچی، پلیٹ گلاس، جگ، مگ، گملہ، لائٹر، ریگولیٹر، کونڈا وغیرہ اشیاء تقسیم کی گئی۔ اور ایک کیمپ میں کھانے کا نظم کیا گیا۔

واضح رہے کہ آج بھی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا یہ راحتی وفد دیگر سیلاب متاثرہ مقامات کے دورے پر ہے جہاں حالات کا جائزہ لیا جارہا ہے اور متاثرین کے مابین ریلیف کی تقسیم کا سلسلہ جاری ہے۔ بعدازاں سیلاب متاثرین کی بازآبادکاری کا کام بھی صوبائی جمعیات اور محسنین کے تعاون سے حکمت عملی طے کرکے شروع کیا جائے گا۔ ان شاءاللہ پریس ریلیز کے مطابق سیلاب کی قہرسامانی کے نتیجے میں پیدا شدہ ناگفتہ بہ صورت حال اور متاثرین کی بدحالی کے پیش نظر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم نے عوام وخواص سے اپیل کی ہے کہ سیلاب متاثرین کی دل کھول کر امداد کریں۔ مرکزی جمعیت اپنی ریاستی جمعیت کی رہنمائی میں متاثرین کی راحت رسانی اور بازآبادکاری کے لیے پرعزم ہے۔

آسام سیلاب متاثرین کی بازآبادکاری کا مرحلہ توجہ وامداد کا محتاج

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اعلیٰ سطحی راحتی وفد کے سہ روزہ دورے سے واپسی پر وفد کے تاثرات

نئی دہلی، 8اگست 2026

آسام میں شدید بارش اور سیلاب کی ہلاکت خیزی کے نتیجے میں ہوئے جانی ومالی نقصانات اور سڑکوں، مکانات، مویشیوں اور فصلوں کی تباہی وبربادی کا مشاہدہ کر کے دلی صدمہ پہنچا اور اندازہ ہوا کہ حکومت اور تنظیموں کی مسلسل کوششوں کے باوجود سیلاب متاثرین کی بازآبادکاری کافی وقت اور سرمایہ طلب کا ہے۔ وہاں سیلاب کی ہلاکت خیزی نے نظام زندگی درہم برہم کردیا ہے۔ البتہ یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ حکومتی امداد کے علاوہ صوبہ وبیرون صوبہ کی متعدد فلاحی تنظیمیں بھی راحتی کاموں میں سرگرم ہیں اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے وفد نے بھی بلاتفریق ریلیف اور ضروری اشیاء کی تقسیم کا فریضہ انجام دیا اور مشاہدہ کیا کہ مصیبت کی اس گھڑی میں بلا کسی تفریق متاثرین خود بھی ایک دوسرے کا تعاون کرتے نظر آرہے ہیں۔ اس طرح وفد کو یوں محسوس ہوا کہ یہ لوگ اسی آپسی میل جول کے ساتھ برسہابرس سے رہتے چلے آرہے ہیں اور سیلاب کی نازک گھڑی نے ان کو اور زیادہ ایک دوسرے کے قریب اور ہمدرد وہمنوا بنا دیا ہے۔ ان خیالات کا اظہار مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی اور ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی پر مشتمل اعلیٰ سطحی راحتی وفد نے اپنے سہ روزہ دورہ آسام سے واپسی پر ذرائع ابلاغ کے نام جاری ایک بیان میں کیا۔ پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی اعلیٰ قیادت نے اس دوران صوبائی جمعیت اہل حدیث آسام کے امیر مولانا حفظ الرحمٰن مدنی ودیگر احباب جمعیت کی رہنمائی میں دوسرے روز آسام کے ضلع سب ساگر کے سیلاب متاثرہ مقامات خصوصاً شانتا گاؤں، نیپالی کوٹھی، شانتک، شمل گوری، رامو گاؤں وغیرہ جو اپنی تباہی وبربادی کی کہانی خود سنارہے ہیں، کا دورہ کیا۔ وہاں کے احوال واقعی کا جائزہ لیا، متاثرین کو تسلی دی، ان کے درمیان کچھ دیر رہ کر ان کا غم بانٹنے کی کوشش کی اوران کے مابین ضروری اشیاء خصوصاً گیس چولہا، ریگولیٹر، بھگونا، کراہی، تھالی، جگ مگ، گلاس وغیرہ تقسیم کیا۔ اس سفر میں اسماعیل تامولی، یاسمین خان اور دیگر سماجی کارکنان بھی شریک رہے۔ پریس ریلیز کے مطابق صوبائی جمعیت اہل حدیث آسام کے توسط سے متاثرین کی امداد کا سلسلہ جاری ہے۔ جلد ہی منصوبہ بندی کے تحت ان کی بازآبادکاری کا کام حسب امکان عمل میں آئے گا۔ ان شاءاللہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام عظیم الشان سمپوزیم آج ۱۵/اگست کو شام ساڑھے سات بجے

دہلی: ۱۴/اگست ۲۰۲۶

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام یوم آزادی کی مناسبت سے مورخہ ۱۵/اگست ۲۰۲۶ کو بعد نماز مغرب اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی میں ایک قومی سمپوزیم بعنوان جدوجہد آزادی میں اسلاف کی قربانیاں

ملک وملت کی تعمیر وترقی کے لیے رول ماڈل کا انعقاد عمل میں آئے گا جس میں جدوجہد آزادی میں اسلاف کی قربانیوں، آزادی کے تقاضوں اور ملک وملت کی تعمیر وترقی کے تئیں ہماری ذمہ داریوں کے حوالے سے ملک کے اہم علمائے کرام، اساتذہ عصری جامعات اور دانشوران ملک وملت کے خطابات ہوں گے۔ یہ جانکاری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں دی گئی۔

اس مناسبت سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے کہا کہ اس حقیقت سے ہم سبھی واقف ہیں کہ آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف نے وطن عزیز کی آزادی کے لیے بے مثال جانی ومالی قربانیاں پیش کیں۔ قدم قدم بلاؤں اور آزمائشوں سے دوچار ہوئے اور دار ورسن کی خونچکاں منازل بھی طے کیں، تب کہیں جا کر ہم نعمت آزادی سے سرفراز ہوئے۔ پھر صبح آزادی کے بعد اس کی تعمیر وترقی کا راستہ بھی کافی دشوار گزار تھا۔ جسے ہمارے اسلاف نے بلاتفریق مذہب وملت اسی تاریخی جذبہ ایثار وقربانی، اتحاد ویکجہتی، احترام باہمی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے ساتھ امن وشانتی کے ماحول میں اور عظیم آئین کی روشنی میں طے کیا۔ یوم آزادی جب جب آتا ہے، وہ اسی جذبہ صادق کو جلا بخشتا اور اسے پوری توانائی کے ساتھ نئی نسل میں پروان چڑھانے کا پیغام دیتا ہے اور آزادی کے تقاضوں اور ملک وملت کی تعمیر وترقی کے حوالے سے ہماری ذمہ داریوں کو یاد دلاتا ہے۔ آزادی کی یادگار، اس کے تئیں اسلاف کی عظیم قربانیوں کے تذکار اور تاریخی اخوت واتحاد اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی تجدید عہد کے طور پر پورے ملک میں مدارس اور اسکولوں اور دیگر اداروں میں یوم آزادی کی تقریبات کا اہتمام ہوتا ہے اور متنوع پروگراموں کا انعقاد عمل میں آتا ہے جس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور ملک کے طول وعرض میں اس کے زیر نگرانی ہزاروں تعلیمی وتربیتی ادارے پیش پیش رہتے ہیں۔

پریس ریلیز کے مطابق یوم آزادی کے مبارک موقع پر صبح ۹ بجے اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی میں تقریب پرچم کشائی کا انعقاد عمل میں آئے گا، جس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اعلیٰ تعلیمی وتحقیقی ادارہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ کے اساتذہ وطلبا کے علاوہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران وکارکنان اور وابستگان شریک ہوں گے، جس میں امیر محترم کے ہاتھوں پرچم کشائی ہوگی اور دیش گان اور قومی ترانہ گایا جائے گا۔ شام ساڑھے سات بجے قومی سمپوزیم منعقد ہوگا، جس میں عوام وخواص سے شرکت کی اپیل کی گئی ہے۔

آزادی ایک نعمت ہے، اس کی قدر کریں اور ایک امانت ہے اس کی حفاظت کریں: مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اعلیٰ تعلیمی وتحقیقی ادارہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی میں پروقار تقریب یوم آزادی کا انعقاد

دہلی/۱۶اگست ۲۰۲۶ء/ تمام دیش واسیوں کو یوم آزادی مبارکباد اور نیک تمنائیں۔ آزادی ایک عظیم نعمت ہے، اس کی قدر کریں اور ایک بڑی امانت ہے، اس کی حفاظت کریں۔ یہ آزادی ہمیں ہمارے اسلاف کی بڑی جدوجہد اور قربانیوں کے بعد حاصل ہوئی ہے۔ صرف دہلی میں ہزاروں علماء کرام کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا اور ہزاروں کو تختہ دار پر چڑھایا گیا۔ قید وبند کی سزائیں دی گئیں۔ جدوجہد آزادی کی تاریخ بہت قدیم ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی مساعی اور ان کی اولاد واحفاد پھر ٹیپو سلطان، نواب سراج الدولہ شہیدان بالاکوٹ، اسکندر اعظم شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ کی شہادت اور فرائضی تحریک کے میر نثار علی عرف تیتو میاں، حاجی شریعت اللہ اور ان کے فرزند حافظ محمد محسن عرف دودو میاں کے ایثار وقربانی سے شروع ہوکر ۱۹۴۷ تک محیط ہے۔ ۱۸۵۷ء کا انقلاب جہد وجہد آزادی کی پہلی مسلح جدوجہد نہیں بلکہ اس سے پہلے سینکڑوں مسلح جنگیں لڑی گئیں، تب جا کر یہ ملک آزاد ہوا۔ اس میں بلاتفریق مذہب کسی نہ کسی طرح سے سارے ہندوستانیوں کی قربانیاں شامل ہیں۔ ان خیالات کا اظہار مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے کیا۔ آپ مورخہ ۱۵/اگست ۲۰۲۶ کو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اعلیٰ تعلیمی وتحقیقی ادارہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی میں منعقدہ باوقار تقریب یوم آزادی میں پرچم کشائی کے بعد حاضرین سے خطاب کررہے تھے۔

مولانا سلفی صاحب نے مزید کہا کہ جدوجہد آزادی میں تحریک شہیدین کے تربیت یافتہ خلفاء صادقان صادق پور خصوصاً مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی وغیرہ نے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور تن من دھن کی بازی لگادی، جس کا اعتراف ہندوستان کے پہلے وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو نے بایں الفاظ کیا تھا کہ اگر سارے ہندوستانیوں کی قربانیوں کو ترازو کے ایک پلڑا میں رکھا جائے اور صرف صادقان صادق پور (اہل حدیثوں) کی قربانیوں کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو اہل صادق پور کی قربانیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔

امیر محترم نے اپنا خطاب شروع کرتے ہوئے کہا کہ جدوجہد آزادی کے حوالے سے ہمارے درد نہاں کو وہی سمجھ سکتا ہے جو ہمارے اسلاف کی قربانیوں سے واقف ہوگا۔ نئی نسل کو اسلاف کی قربانیوں کے سلسلے میں بتانا اور پڑھانا ضروری ہے تاکہ وہ آزادی کی نعمت کا صحیح طور پر ادراک کرسکیں۔ ملک وملت کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اس کے تقاضوں کو پورا کریں اور ملک کے ساتھ وفاداری کا حق ادا کریں۔

امیر محترم نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ آزادی کا جشن منانا بسا غنیمت ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے اندر بہت سی ایسی چیزیں بھی درآئی ہیں جو آزادی

ملک وملت کی تعمیر وترقی کیلئے اسلاف کی قربانیاں مشعل راہ ہیں: مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام ’’جدوجہد آزادی میں اسلاف کی قربانیاں ملک وملت کی تعمیر وترقی کیلئے رول ماڈل‘‘ کے عنوان پر عظیم الشان قومی سمپوزیم کا انعقاد

نئی دہلی: ۱۷/اگست ۲۰۲۶ء

وطن عزیز کا ہر خاص وعام جانتا ہے کہ کتنی قربانیوں اور کس طرح کے خونچکاں حالات اور پرآشوب دور سے گزر کر، خون جگر جلا کر، گردن کٹا کر، مصیبتیں جھیل کر اور دار ورسن کے منازل طے کر کے صبح آزادی نصیب ہوئی ہے جس کا ادنیٰ احساس کرتے ہی دل دہلتا ہے اور آنکھوں سے خون کے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔ ہمیں اپنے اسلاف کی روشن تاریخ سے نئی نسل کو آگاہ کرنا ضروری ہے تا کہ وہ جدوجہد آزادی اور تعمیر ملک وملت کے حوالے سے اپنے اسلاف کی قربانیوں کو جان سکیں۔ نعمت آزادی کی قدر کریں اور اس عظیم امانت کی حفاظ کریں۔ ان خیالات کا اظہار مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام ’’جدوجہد آزادی میں اسلاف کی قربانیاں ملک وملت کی تعمیر وترقی کے لیے رول ماڈل‘‘ کے عنوان پر اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی میں منعقدہ عظیم الشان قومی سمپوزیم سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

انہوں نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا آزادی سب سے بڑی نعمت ہے اور سب سے بڑی دولت بھی، اس کے بغیر ایک انسان کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ آزادی کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کے پاس لاٹھی ہے تو اسے جہاں چاہیں، جیسے چاہیں گھماتے پھریں گے، بلکہ آپ کی لاٹھی سامنے والے کی ناک تک پہنچنے سے پہلے ہی آپ کی آزادی کو ختم کر دیتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ پدرم سلطان بود اس لئے نہیں کہا جاتا کہ ہم فخر کریں بلکہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلیں۔ جب ان کے مابین کوئی تفریق پیدا کرنے اور کسی طرح کی مذہبی، جغرافیائی اور لسانی اختلاف ڈالنے کی کوشش کرتا تو کوئی سر سید کی طرح کھڑا ہو جاتا کہ کیوں بٹ رہے ہو۔ بھارت ایک خوبصورت دلہن ہے اور تمہاری کھینچا تانی میں اگر اس کی انتہائی خوبصورت آنکھیں متاثر ہوتی ہیں تو یہ دلہن بھینگی اور کانی ہو جائے گی۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے ہندو مسلم، سکھ عیسائی اتحاد اور بھائی بھائی کے نعرے کو عملی جامہ پہنایا اور نفرت کے ہر فتنے کو مٹایا تب آزادی کی صبح نصیب ہوئی۔

امیر محترم نے مزید کہا کہ جب تک ہم یہ نہیں جانیں گے کہ ہمارے اسلاف نے کن لوگوں کے خلاف جنگ لڑی اور آزادی حاصل کی تب تک ہم ٹکراؤ اور تقسیم کی ذلت سے نہیں بچ پائیں گے۔ بنگال سے کون لوگ اٹھے تھے، فرائضی تحریک کہاں سے اٹھی اور کہاں پہنچی، یہ سب ہمارے نوجوانوں اور بچے بچے کو جاننے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر تحریک شہیدین کو یاد رکھنا ہوگا۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کے بقول آج اگر ایک فرشتہ آسمان کی بلندیوں سے اتر آئے اور دہلی کے قطب مینار پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کر دے سوراج ۲۴ گھنٹے کے اندر مل سکتا ہے بشرطیکہ ہندوستان ہندو مسلم اتحاد سے دستبردار ہو جائے تو میں سوراج سے دستبردار ہو جاوں گا مگر ہندو مسلم اتحاد سے دستبردار نہیں ہوں گا۔ کیوں کہ اگر سوراج کے ملنے میں تاخیر ہوئی تو یہ صرف ہندوستان کا نقصان ہوگا لیکن اگر ہمارا اتحاد جاتا رہا تو یہ پوری عالم انسانیت کا نقصان ہوگا۔ یاد رکھیں کہ ہمارے عظیم لیڈر گاندھی جی جو تقسیم کے سخت مخالف تھے، بعد میں تقسیم کیلئے تیار ہو گئے لیکن مولانا ابوالکلام آزاد آخری وقت تک اس کیلئے تیار نہیں تھے۔

مولانا سلفی نے کہا کہ آزادی ہمارے اسلاف کی دی ہوئی امانت ہے۔ یہ ایک نعمت ہے جس کی قدردانی اور جو آئین ہمارے اسلاف نے ہمیں دیا ہے اس کی روح کے سراسر منافی ہیں۔ ہمارے اسلاف آزادی اس وقت حاصل کر سکے جب وہ مختلف رنگ ونسل، ذات پات اور مذہب ومسلک کے باوجود آپس میں متحد ومتفق اور قومی یکجہتی وفرقہ وارانہ ہم آہنگی کے جذبے سے سرشار تھے۔ آج بھی اسی جذبے کو فروغ دینے کی ضرورت ہے اور اسی صورت میں نعمت آزادی کا تحفظ بھی ممکن ہے۔ دیش ہمارا ہے اور ہمارے اسلاف اور آباواجداد نے آزادی کے بعد اس کو اپنے خون جگر سے سینچا اور پروان چڑھایا ہے اور اسے روایتی امن وشانتی اور گنگا جمنی تہذیب کے سائے میں ہم تک اس امانت کو منتقل کیا ہے، جس کا پاس ولحاظ آج کے بدلتے ہوئے حالات میں وقت کی بڑی ضرورت ہے۔ یاد رکھیں کہ جب ہم وطن عزیز کیلئے ہوں گے تب ہی وطن ہمارے لئے ہوگا اور اس حقیقت کو سمجھنا بے حد ضروری ہے۔ مولانا نے اپنے خطاب میں سوراج اور ہندو مسلم اتحاد کے حوالے سے مولانا ابوالکلام آزاد اور سر سید احمد خان رحمہم اللہ کے تاریخی اقوال کا بھی ذکر کیا اور ملک کی سلامتی اور اس کی تعمیر وترقی کے لئے دعا کی۔

پریس ریلیز کے مطابق اس موقع پر امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کے ہاتھوں پرچم کشائی کے بعد راشٹریہ گان ’جن گن من‘ اور قومی ترانہ ’سارے جہاں سے اچھا‘ گایا گیا اور حاضرین کے مابین شیرینی تقسیم کی گئی۔ اس تقریب میں المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ کے اساتذہ وطلبا، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران وکارکنان اور وابستگان کے علاوہ قرب وجوار کی متعدد اہم شخصیات موجود تھیں، ان میں مولانا عبدالاحد مدنی، مولانا عبدالغنی مدنی، ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی، ایاز تقی، ڈاکٹر عبدالواسع تیمی، مولانا محمد رئیس فیضی، شمس الدین، رحمت کلیم، محمد ریاض، مولانا امجد ریاضی، حافظ احتشام وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

پاسداری اور اپنے حصے کی ذمہ داری نبھانے کی ضرورت ہے اور خدمت ملک وملت اور انسانیت ہی آزادی کا صلہ اور اسلاف کی قربانیوں کی قدردانی ہے۔ اپنے ملک سے وفاداری ہمارا دین سکھاتا ہے، اس لئے ہمیں اپنے ملک کے امن وامان کی بقا اور تعمیر وترقی کیلئے دعا بھی کرتے رہنا چاہیے۔

امیر محترم نے اپنے خطاب میں زور دے کر کہا کہ وطن سے محبت فطری ہے اور اسلام اور اس کی روشن تعلیمات نے وطن سے محبت کو بے حد اہمیت دی ہے جسے آپ نے آیات واحادیث، عربی اشعار اور مقولوں کے ذریعہ واضح کیا۔ آپ نے اس موقع پر تمام دیش واسیوں کو یوم آزادی کی مبارکباد دی اور علماء کرام، دانشوران عظام، حاضرین اور میڈیا اہلکاروں کا بطور خاص شکریہ ادا کیا۔

افتتاحی خطاب کرتے ہوئے مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی نے امیر محترم کی مساعی جمیلہ کا خوبصورت انداز میں ذکر کیا اور کہا کہ وطن عزیز بے شمار قربانیوں کے بعد آزاد ہوا۔ جدوجہد آزادی میں حصہ لینے والوں کو یاد کرنا ہمارے بیدار ہونے کی دلیل ہے۔ انہوں نے کہا کہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ علماء اہلحدیث آزادی کی تحریک چلانے میں پیش پیش تھے۔ علماء نے ہی عوام کے اندر جدوجہد آزادی کی شمع جلائی۔ انہوں نے کہا کہ حوصلہ شکنی کے لیے انگریزوں نے علماء کی تصانیف اور ان کی لائبریوں کو نذر آتش کردیا۔ آپ نے امیر محترم کی بہترین قیادت میں جمعیت کی شاندار خدمات کا بھی ذکر کیا۔

قبل ازیں ناظم اجلاس ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی نے تمام مقررین وشرکاء کا بصمیم قلب مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور اس کے ذمہ داران کی طرف سے استقبال کیا اور جدوجہد آزادی کے مختلف مراحل کا تذکرہ کرتے ہوئے مجاہدین آزادی کی جدوجہد کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ آج کا یہ عظیم الشان سمپوزیم کا تھیم یہی ہے کہ ملک وملت کی تعمیر وترقی کیلئے اسلاف کی قربانیوں کو رول ماڈل مانتے ہوئے اپنے حصہ کی ذمہ داری ادا کرنی چاہیے۔

معروف محقق واسکالر فضیلۃ الشیخ مولانا صلاح الدین مقبول مدنی نے جدوجہد آزادی میں علماء اہل حدیث کا کردار کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے اسلاف کی قربانیوں کا تفصیلی تذکرہ کیا اور بطور خاص یہ شعر پڑھا کہ ''خون دل دے کے سنوارا ہے رخ برگ گلاب، ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے۔ مولانا نے سمپوزیم کے انعقاد کو مبارک اقدام بتایا اور نعمت آزادی کی قدر کرنے کی تلقین کی۔

پدم شری پروفیسر اختر الواسع، پروفیسر ایمیریٹس جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی نے اپنے تاثراتی کلمات میں ذمہ داران جمعیت خصوصا امیر جماعت مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ اس طرح کے موضوع پر سمپوزیم کا انعقاد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ علمائے صادق پور کی قربانیوں کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ جن مدرسوں کو دہشت گردی کا اڈہ کہا جارہا ہے یہ وہی مدرسے ہیں جنہوں نے انگریزوں سے ملک کو آزادی دلانے کے لیے جدوجہد کی۔ انہوں نے کہا کہ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ علماء کا کارنامہ ہے کہ انہوں نے ملک کو آزاد کرانے کے ساتھ مذہب کا تحفظ بھی کیا۔

مولانا عبدالاحد مدنی استاذ المعہد العالی للتخصص فی الداسات الاسلامیہ نے ''تحریک شہیدین: جد و جہد آزادی کا نقش اولین'' کے موضوع پر مغز خطاب کیا اور تحریک شہیدین پر تفصیلی روشنی ڈالی۔

فیروز احمد ایڈوکیٹ صدر آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے صدر نے اپنے تاثرات میں سمپوزیم کے انعقاد پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم کی ستائش کی اور کہا کہ آزادی کو برقرار رکھنے کے طریقہ کار پر غور کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ مدارس کا ملک کو آزادی دلانے اور تعلیم کے فروغ میں اہم رول رہا ہے۔ آزادی قابل قدر نعمت ہے جس کا تحفظ ضروری ہے۔

مولانا عطاء الرحمٰن قاسمی صدر شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ، دہلی نے سمپوزیم کے انعقاد پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کو مبارک باد پیش کی اور کہا کہ ۱۸۵۷ یا اس سے پہلے کی تحریک آزادی پر غور کیا جائے تو ایک بات جونکھر کر سامنے آتی ہے یہ تحریک کسی خاص طبقے یا مذہب کی تحریک نہیں تھی بلکہ یہ ہندو مسلم اتحاد کی تحریک تھی۔ اور سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ دیش کو ہر صورت میں انگریزوں سے آزاد کرائیں گے۔

مولانا رضوان رفیقی اسسٹنٹ سکریٹری جماعت اسلامی ہند نے اپنے تاثراتی کلمات میں کہا کہ ہمارے لیے یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہم لوگ جنگ آزادی کے اصل ہیروؤں کو یاد کر رہے ہیں۔ انہوں نے سمپوزیم کے انعقاد پر مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے ذمہ داران کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ آزادی ہمارے اسلاف کی جدوجہد سے عبارت ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلاف کے ان کارناموں کو نئی نسل کے سامنے سادہ اسلوب میں پیش کیا جائے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کے شعبہ اردو کے پروفیسر ندیم احمد نے سمپوزیم کے انعقاد پر امیر جمعیت مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کو مبارکباد پیش کی اور اسے وقت کی ضرورت قرار دیتے ہوئے اپنے موضوع ''نعمت آزادی اور اس کے تقاضے'' پر پرمغز گفتگو کی اور آزادی کا صحیح مفہوم واضح کیا اور آزادی کے کیا کیا تقاضے ہیں اس پر بھرپور روشنی ڈالی اور کہا کہ آزادی کی قدر کریں۔

مولانا اظہر مدنی ڈائریکٹر اقراء انٹرنیشنل اسکول، جیت پور، نئی دہلی نے جدوجہد آزادی میں علماء صادق پور کی قربانیاں'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کئی تاریخی کتابوں کے حوالے سے کہا کہ آزادی کی تحریک میں علماء اہل حدیث پیش پیش رہے ہیں۔ خاص طور سے ملک کو آزادی دلانے میں علماء صادق پور کا بہت اہم اور ناقابل فراموش کردار رہا ہے۔ جس سے نئی نسل کو روشناس کرانے اور اس کی قدر و قیمت

بتانے اوراس کے تعمیر وترقی کے لیے ہمہ وقت تیار کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔

مولانا عبدالغنی مدنی استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ نے ''تحریک آزادی میں مدارس اسلامیہ کا کردار'' کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے کے بعد لوگوں کے اندر ملک کو آزادی دلانے کے تئیں ایک ولولہ انگیز پیغام پہنچا اور پورے ہندوستان کے عوام انگریزوں کے خلاف لڑنے کے لیے کمر بستہ ہوگئے۔

ایڈوکیٹ رئیس احمد ممبر ایڈوکیٹ پینل حکومت دہلی نے ''انسانی زندگی میں امن وقانون کی پاسداری'' کے عنوان پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان بہت پر امن اورامن پسند ہیں۔ ہندوستان کے علماء مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ملک میں حالات کو خراب ہونے نہیں دیا۔

ڈاکٹر جنید حارث استاذ جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی نے ''قومی یکجہتی وفرقہ وارانہ ہم آہنگی کا فروغ وقت کی بڑی ضرورت'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے جمعیت اہلحدیث ہند کو کتاب وسنت کی امین قرار دیا اور کہا کہ جمعیت و جماعت سے وابستہ افراد فرقہ واریت کے خلاف ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ انہوں نے اتنے اہم موضوع پر سمپوزیم کرانے پر مرکزی جمعیت کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ ہمارے اسلاف نے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی بقا کے لیے لڑائی لڑی۔ ہمارا خواب اکھنڈ بھارت کا ہے۔

پروفیسر مظہر علی سلفی استاذ جواہر لعل نہرو یونیورسٹی نے ''آزادی کا تحفظ-خوشحالی اور پرامن بقائے باہمی کا ضامن'' کے موضوع پر اظہار خیال کیا اور انہوں نے اتنے اہم موضوع پر سمپوزیم کے انعقاد پر امیر جماعت کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ حقیقی آزادی کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے حقوق سے آگاہ ہو اور دوسرے کے حقوق کا بھی خیال رکھے۔ خوشحالی اور پرامن بقاء باہمی آزادی کے بغیر ممکن نہیں ہے، اس لئے اس کی قدر کرنی چاہیے۔

حافظ شکیل احمد میرٹھی، سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے سمپوزیم کے انعقاد پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کو مبارکباد پیش کیا اور تاریخی واقعات کی روشنی میں جنگ آزادی میں اہل حدیث علماء کے نمایاں کردار کا تذکرہ کیا اور آزادی کی امانت کا پاس ولحاظ رکھنے کی تاکید کی۔

حافظ محمد یوسف، نائب ناظم مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے متحد ہوکر یہ فیصلہ کیا کہ اب ہمیں یہیں مرنا اور جینا ہے۔ آج پھر ضرورت ہے کہ کوئی ابوالکلام آزاد پیدا ہو اور ہماری رہنمائی کرے اور ہمیں ذہنی غلامی سے آزاد کرائے۔

مولانا محمد مستقیم سلفی سابق پرنسپل المعہد العالی نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں پر ملک سے بے وفائی کے الزام کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مسلمانوں کے اندر وطن سے محبت کا جذبہ فطری طور پر موجود ہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی قیادت سمپوزیم کے انعقاد پر مبارکباد کی مستحق ہے۔

اس سمپوزیم کا آغاز حافظ ارمغان کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس میں دہلی واطراف کے ائمہ ومتولیان، اساتذہ وطلبا مدارس وعصری جامعات، صحافی حضرات کے علاوہ عوام وخواص نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۴ کا)

عزیزم احمد فضل الرحمٰن نہایت خلیق وملنسار، ذہین ومحنتی، اور علم وتحقیق کے ذوق وشوق سے سرشار تھے۔ جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے بی اے، اور جامعۃ القصیم سے ایم اے کیا اور وہاں سے ہی پی ایچ ڈی کررہے تھے۔ اپنے عظیم والد گرامی کے فتاوی کے مرتب ومدون تھے اور ان کے دیگر معارف مؤلفات پر کام کررہے تھے۔ سرطان کے مہلک مرض میں مبتلا تھے۔ جب اس کا علم ہوا تو کافی دیر ہوچکی تھی۔ سعودی عرب کے مستشفی الملک فہد التخصصی میں آپریشن بھی ہوا لیکن افاقہ کے بجائے مرض بڑھتا گیا، نتیجتاً ڈاکٹر کے مشورے سے وطن مالوف لوٹ آئے جہاں کچھ دنوں کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ پسماندگان میں اہلیہ ایک لڑکا، تین لڑکیاں، دو بھائی محمد، ہشام اور تین بہنیں ہیں۔ ان کے جنازہ کی نماز اسی دن بتاریخ 12/ اگست 2026ء دس بجے صبح آبائی وطن شنکر نگر میں ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، پسماندگان ومتعلقین کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔ آمین۔ (شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی باوقار پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.300/-Net

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم وغیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُرزور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ و روغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Paytm UPI

9899152690@ptaxis

ڈرافٹ یا چیک صرف "Markazi Jamiat Ahl-e-Hadees Hind" کے نام سے ہی بنائیں

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

منجانب: **اراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند**

"Registered with the Registrar of Newspapers for India"

JARIDA TARJUMAN

(FORTNIGHTLY)

AHL-E-HADEES MANZIL, 4116, URDU BAZAR, JAMA MASJID, DELHI - 110006

PH. : 011 - 23273407, TELEFAX : 23246613

R.N.I. No-39374/80
REGD. DL(DG-11)/8064/2023-25
Licenced to Post Without Pre-payment in LPC, Delhi RMS Delhi-110006
Under U (C) - 277/2023-25

August 1-15-2026

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیراہتمام

دینی مدارس وجامعات اوراسکولزاورکالجز کے طلبہ کے لیے ★ ملکی سطح پرعظیم الشان مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم میں حصہ لینے ★ اور ہزاروں روپے کے گراں قدر نقد ودیگر انعامات حاصل کرنے کا

سنہرا موقع

بائیسواں کل ہند

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بتاریخ
1-2/نومبر 2026ء
مطابق: ۲۰-۲۱/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۸ھ
اتوار، سوموار
بوقت:
۸ بجے صبح تا ۹ بجے شب

بمقام
اہل حدیث کمپلیکس
D-254، ابوالفضل انکلیو
جامعہ نگر اوکھلا
نئی دہلی-۲۵

رجسٹریشن کی آخری تاریخ
27/اکتوبر 2026ء

مقابلے کے زمرے

- **اول** حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید قرأت
- **دوم** حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- **سوم** حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- **چہارم** حفظ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- **پنجم** ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- **ششم** سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ یکم/نومبر ۲۰۲۶ء بروز اتوار، بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اوراس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھیؒ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔

اغراض و مقاصد:

☆ مسلمانوں کوزندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پر عمل پیراہونے کی ترغیب دینا ☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پرفکر وتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا ☆ مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا ☆ امت کوکتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیا وآخرت میں فوزوفلاح سے ہمکنار کرنا ☆ حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پر مزید توجہ کی راہ ہموار کرنا ☆ ہزاروں روپے کے نقد انعامات ☆ حوصلہ افزائی کے لیے متعدد ومختلف النوع انعامات ☆ ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان ☆ ابنائے وطن اورانسانی برادری کو قرآن کے پیغام امن وشانتی، اخوت و بھائی چارہ اور عدل وانصاف سے متعارف کرانا۔

شرائط شرکت مسابقہ:

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر دی جائے گی۔ ناگزیر حالات میں رجسٹریشن کے لئے سادہ کاغذ پر بھی درخواست دی جاسکتی ہے، اور بذریعہ فون بھی رجسٹریشن ممکن ہے البتہ مسابقہ شروع ہونے سے پہلے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے مطبوعہ فارم حاصل کرکے پر کرنا ضروری ہے ❷ زمرہ پنجم میں شرکت کے لیے پندرہ سال، زمرہ چہارم اور سوم کے لیے ۲۰ سال، زمرہ اول، دوم اور ششم کے لیے ۲۵ سال سے عمر زائد نہ ہو۔ البتہ زمرہ پنجم اور ششم میں شرکت کے متمنی اسکول، کالج کے وہ طلبہ جن کا پس منظر مدارس نہ ہوں ان کی عمر ۲۵ سال مقرر ہے۔ ❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کواس زمرے میں یا اس سے زیریں زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے پانچ روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کوموصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے۔ ❾ اصول تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا ☆ حفظ کررہے طلبہ کو زمرہ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی۔

اہم وضاحت:

☆ زمرہ اول ودوم وسوم وچہارم کے امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہو اور احکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کا عملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔ ☆ ایک قاری کو صرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔ ☆ اگر کسی زمرے کے لیے پانچ سے کم امیدوار اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی پہنچے تو مرکزی جمعیت اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔

نصاب تجوید
☆ زمرہ اول (مخارج حروف ،قواعدنون تنوین ومیم ساکن ، وقواعدتفخیم وترقیق ،قواعدمداورصفات لازمہ) ☆ زمرہ دوم (مخارج حروف ،قواعدنون تنوین ومیم ساکن ،قواعدتفخیم وترقیق اورقواعدمد)
☆ زمرہ سوم (مخارج حروف ،قواعدنون تنوین ومیم ساکن) ☆ زمرہ چہارم (مخارج حروف) ☆ زمرہ پنجم ناظرہ (مخارج حروف ،حدر کے انداز میں سننا (مخارج کے سوال نہ ہوں گے)

آمدورفت کے اخراجات بذمہ امیدوار ہوں گے۔ قیام وطعام کا انتظام مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے ہوگا۔

مسابقہ فارم جمعیت کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org سے بھی ڈاؤن لوڈ کیا جاسکتا ہے۔
نیز مسابقہ فارم مرکزی کے آفیشیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر بھی موجود ہے اور جریدہ ترجمان کے آئندہ شماروں سے بھی کاپی کیا جاسکتا ہے۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں

مسابقۂ حفظ و تجوید و تفسیر قرآن کریم کمیٹی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد دہلی-۶
فون: 011-43259001، موبائل 9213172981, 8744033926

الداعی
مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند

Total Pages 32

Printed & Published by Mohammad Tahir, on behalf of Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind, and printed at M.S. Printers, A-145, Gali No.8, Chauhan Banghar, Seelampur and published from Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar, Jama Masjid, Delhi-110006.
Editor. Md Khurshid Alam